ہمدرد شوریٰ پاکستان

مدیر اعلیٰ: قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان

محترمہ سعدیہ راشد

جولائی2026

جلد...........06

شمارہ:2026

موضوع فکر

”بڑھتی ہوئی آبادی
اور کم ہوتے وسائل: ایک لمحۂ فکریہ“

............نکاتِ فکر ہمدرد شوریٰ............

اجلاس کراچی	08/جولائی 2026
اجلاس پشاور	14/جولائی 2026
اجلاس راولپنڈی/اسلام آباد	07/جولائی2026
اجلاس لاہور	یکم/جولائی 2026

ترتیب وپیشکش

ایونٹس/ پروگرام

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، مرکزی دفتر کراچی

16 ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ٹاور، پی ای سی ایچ ایس بلاک 2،

کراچی پاکستان75400 ٹیلی فون:021-38241611

مرتب کردہ:
ڈاکٹر ثناء غوری

رپورٹ

ڈاکٹر ثناء غوری	کراچی
محمد نعمان قیوم	پشاور
محمد امان اللہ نیازی	راولپنڈی/اسلام آباد
سید علی بخاری	لاہور

ہمدرد شوریٰ کے اراکین کی رائے سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

ہمدردشوریٰ۔ جولائی 2026ء
موضوع بحث:
''بڑھتی ہوئی آبادی اور کم ہوتے وسائل: ایک لمحۂ فکریہ''

پاکستان کو درپیش سماجی و معاشی چیلنجز میں آبادی کا بڑھتا ہوا حجم ایک نہایت اہم موضوع کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہ مسئلہ صرف اعداد و شمار میں اضافے تک محدود نہیں بلکہ تعلیم، صحت، روزگار، خوراک، ماحول، شہری سہولیات اور قدرتی وسائل پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تاہم اس موضوع کا جائزہ محض آبادی کی تعداد کے تناظر میں لینا کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ وسائل کی منصفانہ تقسیم، مؤثر حکمرانی، انسانی ترقی، سماجی انصاف اور عوامی شعور جیسے عوامل کو بھی یکساں اہمیت دینا ناگزیر ہے۔ اسی تناظر میں ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس میں ماہرین، دانشوروں اور مختلف شعبۂ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے شرکاء نے آبادی، وسائل اور قومی ترقی کے باہمی تعلق پر سنجیدہ اور فکرانگیز اظہارِ خیال کیا۔ گفتگو میں اس امر پر زور دیا گیا کہ اس حساس معاملے کا حل محض اعداد و شمار کو ہدف بنانے میں نہیں، بلکہ ایسی جامع حکمتِ عملی اختیار کرنے میں ہے جو عوامی آگاہی، معیاری تعلیم، صحت کی بہتر سہولیات، خواتین کی بااختیار شمولیت، معاشی استحکام اور وسائل کے منصفانہ استعمال کو یقینی بنائے۔ شرکاء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ پائیدار ترقی اسی وقت ممکن ہے جب پالیسی سازی میں انسانی وقار، قومی ضروریات اور معاشرتی حقائق کو متوازن انداز میں پیشِ نظر رکھا جائے۔ زیرِ نظر رپورٹ اسی فکری نشست میں پیش کیے گئے خیالات، سفارشات اور تجاویز کا خلاصہ ہے، جو قومی مفاد میں ایک متوازن، حقیقت پسندانہ اور قابلِ عمل مکالمے کی عکاسی کرتا ہے۔

موضوع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، ہمدرد شوریٰ پاکستان کی قومی صدر محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے ہمدرد شوریٰ پاکستان کے اجلاس جولائی 2026ء کے لیے ''بڑھتی ہوئی آبادی اور کم ہوتے وسائل: ایک لمحۂ فکریہ'' کو موضوعِ بحث تجویز کیا۔ اس اجلاس کا انعقاد پاکستان کے مختلف شہروں، پشاور، راولپنڈی/اسلام آباد، لاہور اور کراچی میں کیا گیا۔ مجالس کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے کیا گیا۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ، قومی صدر ہمدرد شوریٰ پاکستان نے اپنے پیغام میں اراکینِ شوریٰ کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے اپنے خط میں تحریر فرمایا کہ پاکستان تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور محدود ہوتے وسائل کے دوہرے چیلنج سے دوچار ہے۔ پانی، خوراک، توانائی، تعلیم، صحت اور روزگار جیسے بنیادی شعبے پہلے ہی دباؤ کا شکار ہیں، جب کہ آبادی میں مسلسل اضافہ اس صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا رہا ہے۔ یہ مسئلہ صرف تعداد کا نہیں، بلکہ معیارِ زندگی، انسانی ترقی اور آنے والی نسلوں کے مستقبل کا بھی ہے۔ اگر آج مؤثر منصوبہ بندی، وسائل کے دانشمندانہ استعمال اور انسانی سرمایہ کاری پر توجہ نہ دی گئی تو کل کے مسائل کہیں زیادہ سنگین ہو سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آبادی اور وسائل کے درمیان توازن، پائیدار ترقی اور قومی ذمے داری کے پہلوؤں پر سنجیدگی سے غور کریں۔ یہی وہ سوال ہے جو ہم سب کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ کیا ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لیے ایک محفوظ، خوشحال اور باوقار مستقبل کی بنیاد رکھ رہے ہیں؟

میں محترم اراکینِ ہمدرد شوریٰ سے گزارش کرتی ہوں کہ اس اہم موضوع پر منعقدہ اجلاس میں شرکت فرمائیں اور اپنی قیمتی آراء اور تجاویز سے اس قومی مکالمے کو مؤثر بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

ہمدردشوریٰ (کراچی) اجلاس

ہمدردشوریٰ (کراچی) کا اجلاس صدر ہمدردشوریٰ پاکستان محترمہ سعدیہ راشد کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں محترم لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر (اسپیکر)، محترم کرنل (ر) مختار احمد بٹ (ڈپٹی اسپیکر)، محترم مظفر اعجاز، محترم ظفر اقبال، محترم مبشر میر، محترم انجینئر ابن الحسن، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر تنویر خالد، محترمہ ہما بیگ، محترم بریگیڈیئر (ر) طارق خلیل، محترم پروفیسر ڈاکٹر عامر طاسین، محترم سلطان احمد چاولہ، محترم جسٹس (ر) ضیا پرویز، محترم پروفیسر ڈاکٹر امجد علی جعفری، محترم بریگیڈیر (ر) ڈاکٹر ریاض الحق، محترم انجینئر انوار الحق صدیقی، محترم انجینئر پرویز صادق، محترم سینٹر عبدالحسیب خان، محترم ڈاکٹر جعفر احمد، محترمہ ڈاکٹر رضوانہ انصاری، ڈائریکٹر پروگرامز اینڈ سی ایس آر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان سید محمد ارسلان، سینئر منیجر پروگرامز اینڈ ایونٹس محترمہ ڈاکٹر ثناء غوری صاحبہ نے

شرکت فرمائی۔محترمہ ڈاکٹر مہوش مبارک علی (ایم بی بی ایس، ماسٹر آف پبلک ہیلتھ (MPH)، ڈپٹی ڈائریکٹر، محکمہ بہبودِ آبادی سندھ) کو بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔

اجلاس کے آغاز میں محترم لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر (اسپیکر) نے فرمایا کہ آبادی میں تیزی سے اضافہ اور محدود ہوتے وسائل آج دنیا کے بڑے مسائل میں شامل ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لیے یہ مسئلہ مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے، کیوں کہ آبادی میں مسلسل اضافے کے مقابلے میں وسائل، معیشت اور بنیادی سہولیات کی رفتار اس تناسب سے نہیں بڑھ پا رہی۔ جب 1947ء میں پاکستان وجود میں آیا تو اس وقت موجودہ پاکستان کی آبادی تقریباً تین کروڑ تھی۔ آج مختلف اندازوں کے مطابق پاکستان کی آبادی تقریباً 26 کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔بعض اندازوں میں یہ تعداد 25 کروڑ بھی بیان کی جاتی ہے، تاہم اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ گزشتہ سات دہائیوں کے دوران آبادی میں غیرمعمولی اضافہ ہوا ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے آبادی میں اضافے کو بروقت سمجھنے اور اس کے اثرات سے نمٹنے کے لیے وہ اقدامات نہیں کیے جو وقت کی ضرورت تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج پاکستان کو معاشی، سماجی اور بنیادی سہولیات سے متعلق متعدد چیلنجز کا سامنا ہے۔

معیشت کی ترقی اور آبادی کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ حالیہ برسوں میں پاکستان کی معاشی ترقی کی شرح تقریباً 2 سے 3 فیصد کے درمیان رہی، جب کہ آبادی میں سالانہ اضافہ تقریباً 2.4 فیصد ہے۔اگر ہم آبادی میں اضافے کو متوازن رکھنے کے ساتھ ساتھ معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ کریں تو ملک میں خوشحالی کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں، لیکن اگر آبادی اسی رفتار سے بڑھتی رہی اور وسائل محدود رہے تو معاشی ترقی کے ثمرات عام آدمی تک مکمل طور پر منتقل ہونا مشکل ہو جائے گا۔

گزشتہ برسوں میں معاشرے میں کوئی مثبت تبدیلی نہیں آئی! یہ کہنا غلط ہوگا۔ ہم اپنے بچپن کا زمانہ یاد کریں تو اس وقت صحت، غذائیت اور بیماریوں سے بچاؤ کے حوالے سے عوامی شعور آج کے مقابلے میں بہت محدود تھا۔ معدنی پانی، متوازن غذا، پروٹین، صحت بخش خوراک اور بیماریوں سے بچاؤ جیسے بنیادی تصورات عام لوگوں کی معلومات کا حصہ نہیں تھے، جب کہ آج ان موضوعات پر عوام میں خاصی آگاہی موجود ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ ہم نے گزشتہ کئی دہائیوں میں کوئی پیش رفت نہیں کی۔ سندھ میں تقریباً بیالیس ہزار اسکول موجود ہیں جہاں لاکھوں بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ حکومت کی جانب سے نصابی کتب اور متعدد تعلیمی سہولیات بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ میں نے عملی طور پر دیکھا کہ طلبہ کو کتابیں اور دیگر سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔

پاکستان بننے کے وقت اس خطے میں ہر فرد کے حصے میں تقریباً پانچ ہزار لیٹر پانی دستیاب تھا، لیکن آج یہ مقدار کم ہو کر تقریباً ایک ہزار لیٹر رہ گئی ہے۔ اس کمی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پانی کے ذخائر میں نمایاں اضافہ نہیں ہوا، جب کہ پانی استعمال کرنے والوں کی تعداد کئی گنا بڑھ چکی ہے۔ اگر ہماری آبادی موجودہ تعداد کے مقابلے میں کم ہوتی تو ٹرانسپورٹ، پانی، صحت، تعلیم اور دیگر بنیادی سہولیات پر دباؤ بھی کم ہوتا۔

کراچی جیسے بڑے شہروں میں آبادی کے دباؤ کے اثرات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ بسوں کی چھتوں پر سفر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، جس کے باعث حادثات رونما ہوتے ہیں۔ سرکلر ریلوے جیسے منصوبے بھی مسائل کا شکار رہے، جب کہ اسپتالوں پر مریضوں کا دباؤ مسلسل بڑھ رہا ہے۔ سرکاری اسپتالوں میں مریضوں کی بڑی تعداد اس بات کا ثبوت ہے کہ صحت کے شعبے کو بڑھتی ہوئی آبادی کے مطابق مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ آبادی میں اضافے کا براہِ راست اثر تعلیم کے شعبے پر بھی پڑتا ہے۔ نئے اسکول قائم کیے جا رہے ہیں، لیکن طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے باعث کئی جگہوں پر تعلیمی سہولیات ناکافی ثابت ہو رہی ہیں۔ اسی طرح روزگار کے مواقع آبادی میں اضافے کی رفتار سے پیدا نہیں ہو رہے۔ اس کے نتیجے میں بے روزگاری بڑھتی ہے، نوجوانوں میں مایوسی پیدا ہوتی ہے اور بہت سے لوگ بہتر مستقبل کی تلاش میں بیرونِ ملک جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ جو افراد بہتر مواقع حاصل نہیں کر پاتے، ان میں سے بعض سماجی مسائل اور جرائم کی طرف بھی مائل ہو سکتے ہیں۔ یوں آبادی کا دباؤ صرف معیشت نہیں، بلکہ پورے سماجی نظام کو متاثر کرتا ہے۔

جب آبادی میں اضافہ ہوتا ہے تو خوراک کی ضروریات بھی بڑھ جاتی ہیں۔ زراعت کا شعبہ ہمیشہ اس رفتار سے ترقی نہیں کر پاتا کہ بڑھتی ہوئی

آبادی کی غذائی ضروریات پوری کی جا سکیں۔ ہمیں گندم، دیگر اجناس اور متوازن خوراک کی فراہمی کے لیے مسلسل مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ غربت اور مہنگائی کے باعث بہت سے خاندان ایسی غذا حاصل نہیں کر پاتے جو صحت مند زندگی کے لیے ضروری ہے۔ پاکستان میں غربت اور غذائی قلت کے مسائل اسی صورتحال سے جڑے ہوئے ہیں۔ بچوں میں غذائی کمی کے باعث جسمانی اور ذہنی نشوونما متاثر ہوتی ہے، جو مستقبل کی انسانی ترقی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر ریاستی وسائل محدود آبادی میں تقسیم ہوں تو ہر فرد کے حصے میں زیادہ سہولیات آ سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر حکومت ٹیکسوں اور دیگر ذرائع سے ہزاروں ارب روپے جمع کرتی ہے تو کم آبادی میں یہی وسائل زیادہ مؤثر انداز میں عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جا سکتے ہیں، لیکن جب آبادی بہت زیادہ ہو جائے تو وہی وسائل بنیادی ضروریات پوری کرنے میں ناکافی محسوس ہونے لگتے ہیں۔

پاکستان میں خاندانی منصوبہ بندی کا تصور نیا نہیں ہے۔ یہ پروگرام صدر ایوب خان کے دور میں شروع کیا گیا تھا، جب اس شعبے میں نمایاں سرگرمیاں جاری تھیں۔ لیڈی ہیلتھ ورکرز دور دراز علاقوں تک جا کر عوام میں آگاہی پیدا کرتی تھیں اور خاندانی منصوبہ بندی کے فوائد سے آگاہ کرتی تھیں۔ اگر یہ پروگرام اسی مؤثر انداز میں جاری رہتا تو ممکن ہے کہ پاکستان بھی بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کی طرح آبادی میں اضافے کو بہتر انداز میں متوازن کر چکا ہوتا۔ وقت کے ساتھ یہ پروگرام کمزور کیوں ہوا، اس کے مختلف عوامل ہو سکتے ہیں، تاہم اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے جدید تقاضوں کے مطابق دوبارہ فعال اور مؤثر بنایا جائے۔

آبادی میں توازن پیدا کرنے کے لیے محکمہ بہبودِ آبادی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اگرچہ اس ادارے کے نام میں ''بہبود'' کا لفظ شامل ہے، لیکن اصل مقصد صرف آبادی میں کمی نہیں، بلکہ آبادی اور وسائل کے درمیان توازن پیدا کرنا ہے۔

اسی سلسلے میں ڈاکٹر مہوش مبارک علی جیسے ماہرین صحت اہم خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ڈاکٹر مہوش مبارک علی ایم بی بی ایس اور ماسٹر آف پبلک ہیلتھ (MPH) کی حامل ہیں اور اس وقت محکمہ بہبودِ آبادی سندھ میں ڈپٹی ڈائریکٹر کے طور پر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ وہ مختلف کلینکس کی نگرانی، فیلڈ ٹیموں کی رہنمائی اور پورے سندھ میں خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت کی معیاری خدمات کی فراہمی میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔

آبادی میں توازن پیدا کرنا صرف ایک سرکاری پالیسی نہیں بلکہ ایک قومی ضرورت ہے۔ اگر ہم آج درست فیصلے کریں، عوام میں شعور پیدا کریں اور وسائل کے مطابق منصوبہ بندی کریں تو پاکستان ایک بہتر، صحت مند اور خوشحال مستقبل کی طرف بڑھ سکتا ہے۔

مہمان مقررہ محترمہ ڈاکٹر مہوش مبارک علی نے اپنے کلیدی خطاب میں فرمایا کہ: آبادی میں مسلسل اضافہ اور محدود وسائل کے درمیان توازن قائم کرنا آج دنیا کے اہم ترین مسائل میں شامل ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے اثرات صرف معیشت تک محدود نہیں رہتے، بلکہ صحت، تعلیم، روزگار، ماحولیات اور بنیادی سہولیات کی فراہمی پر بھی براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم آبادی سے متعلق مسائل کو سمجھیں، ان کے اسباب کا جائزہ لیں اور ایسے اقدامات کریں جن کے ذریعے ایک صحت مند، خوشحال اور متوازن معاشرے کی بنیاد رکھی جا سکے۔

آبادی کے مسائل کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم عالمی صورتحال پر بھی نظر ڈالیں۔ ہر سال 11 جولائی کو دنیا بھر میں عالمی یومِ آبادی منایا جاتا ہے۔ یہ دن اس وقت منانے کا آغاز ہوا جب دنیا کی آبادی ایک ارب کے ہندسے سے آگے بڑھی، تاکہ عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی آبادی کے اثرات اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں شعور پیدا کیا جا سکے۔ آج دنیا کی آبادی آٹھ ارب سے تجاوز کر چکی ہے۔ پاکستان بھی ان ممالک میں شامل ہے جہاں آبادی میں اضافے کی رفتار نمایاں ہے۔ سرکاری مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی تقریباً 24 کروڑ ہے، تاہم اندازوں کے مطابق یہ تعداد 26 کروڑ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ سندھ کی آبادی اس وقت تقریباً 5 کروڑ 70 لاکھ ہے اور اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

پاکستان اقوامِ متحدہ کا رکن ملک ہے اور ہم نے پہلے ملینیم ڈیولپمنٹ گولز (MDGs) کے حصول کے لیے کام کیا، جب کہ اب ہمارے سامنے پائیدار ترقی کے اہداف (SDGs) اور فیملی پلاننگ 2030ء کے اہداف موجود ہیں۔ ان

اہداف کا حصول ہماری اجتماعی ذمے داری ہے۔اگر ہم پاکستان میں صحت کے اہم اشاریوں کا جائزہ لیں تو صورتحال یہ بتاتی ہے کہ ہمیں ابھی بہت سے شعبوں میں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔ زچگی کے دوران اموات اب بھی ایک بڑا چیلنج ہے۔ ہر ایک لاکھ میں سے تقریباً 155 مائیں حمل، زچگی یا ولادت کے دوران جان کی بازی ہار جاتی ہیں۔اسی طرح بچوں کی صحت بھی ہماری توجہ کی متقاضی ہے۔ ہر ایک ہزار بچوں میں تقریباً 56 بچے اپنی پہلی سالگرہ تک نہیں پہنچ پاتے۔ بچوں میں غذائی قلت، عمر کے مطابق قد نہ بڑھنا اور جسمانی کمزوری جیسے مسائل بھی عام ہیں۔اس وقت تقریباً 48 فیصد بچے غذائی قلت یا نشوونما کے مسائل کا شکار ہیں۔آبادی میں مسلسل اضافہ اور غربت ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ جب خاندان کے افراد کی تعداد بڑھتی ہے، لیکن وسائل محدود رہتے ہیں تو تعلیم، صحت، خوراک اور دیگر بنیادی ضروریات پوری کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آبادی سے متعلق ایک اہم اشاریہ ''شرحِ استعمالِ مانع حمل'' ہے۔اس سے معلوم کیا جاتا ہے کہ کتنے شادی شدہ جوڑے خاندانی منصوبہ بندی کے ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت یہ شرح تقریباً 34 فیصد ہے، جو ہماری ضروریات کے مقابلے میں کم ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ گزشتہ کئی برسوں کے دوران اس میں نمایاں اضافہ نہیں ہوسکا۔ 14-2013ء سے 18-2017ء کے درمیان اس شرح میں صرف ایک فیصد اضافہ ہوا۔

پاکستان میں کل شرحِ پیدائش تقریباً 63 بچے فی عورت ہے۔اس کے پیچھے مختلف سماجی اور ثقافتی عوامل موجود ہیں۔بعض خاندان بیٹے کی خواہش رکھتے ہیں، بعض علاقوں میں زیادہ بچوں کو معاشی معاون سمجھا جاتا ہے، جب کہ دیہی اور شہری علاقوں کے حالات بھی مختلف ہیں۔پاکستان کی آبادی میں سالانہ اضافہ تقریباً 4 فیصد ہے۔اگر ایک خاندان میں اوسطاً چار بچے ہوں تو یہ ایک معمول کی صورتحال ہے، لیکن بعض علاقوں میں ایسے خاندان بھی موجود ہیں جہاں بچوں کی تعداد نو، دس، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ایسی صورتحال میں بچوں کی صحت، تعلیم اور بہتر پرورش ایک بڑا چیلنج بن جاتی ہے۔

پاکستان میں ہر سال تقریباً 90 لاکھ حمل ہوتے ہیں۔ان میں سے تقریباً 50 لاکھ حمل منصوبہ بند، جب کہ 40 لاکھ غیر منصوبہ بند ہوتے ہیں۔ غیر منصوبہ بند حملوں میں سے تقریباً 22 لاکھ اسقاطِ حمل کا باعث بنتے ہیں، جب کہ تقریباً 14 لاکھ ایسے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کی پیدائش والدین کی منصوبہ بندی میں شامل نہیں ہوتی۔یہ صورتحال اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ معاشرے میں خاندانی منصوبہ بندی کی ضرورت موجود ہے، لیکن بہت سے خاندان معلومات، سہولیات، سماجی رویوں یا دیگر وجوہات کی بنا پر مطلوبہ فیصلے نہیں کر پاتے۔

اگر ہم دنیا کے دیگر ممالک کا جائزہ لیں تو ایران، بنگلہ دیش اور ملائیشیا نے آبادی میں توازن پیدا کرنے کے لیے مؤثر اقدامات کیے ہیں۔ایران میں مانع حمل ذرائع کے استعمال کی شرح تقریباً 77 فیصد ہے۔ وہاں حکومت کی مضبوط سرپرستی، بنیادی صحت کے نظام کی بہتری، دیہی علاقوں میں ہیلتھ ہاؤسز کا قیام، شادی سے پہلے مشاورت اور طبی معائنوں کے نظام نے اہم کردار ادا کیا۔بنگلہ دیش نے بھی خواتین کو بااختیار بنانے، کمیونٹی ہیلتھ ورکرز کی خدمات، گھر گھر خاندانی منصوبہ بندی کی سہولیات اور حکومت و غیر سرکاری اداروں کے تعاون کے ذریعے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ملائیشیا میں عوام کو آسان اور کم لاگت صحت کی سہولیات، مسلسل آگاہی اور مانع حمل ذرائع تک آسان رسائی فراہم کی گئی، جس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔ان ممالک کے تجربات ہمارے لیے اہم رہنمائی فراہم کرتے ہیں کہ مؤثر منصوبہ بندی، سیاسی عزم اور عوامی شمولیت کے ذریعے آبادی کے مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد محکمہ بہبودِ آبادی سندھ حکومت کے ماتحت آ گیا۔ اس کے بعد صوبے میں عوام تک خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت کی سہولیات پہنچانے کے لیے متعدد اقدامات کیے گئے۔دور دراز علاقوں میں فیملی ہیلتھ ڈیز اور فیملی ہیلتھ میلے منعقد کیے جاتے ہیں، جہاں لوگوں کو مفت طبی سہولیات اور خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔جہاں لیڈی ہیلتھ ورکرز موجود نہیں ہوتیں، وہاں موبائل فیملی پلاننگ سروسز کے ذریعے سہولیات لوگوں کی دہلیز تک پہنچائی جاتی ہیں۔

سندھ بھر میں تقریباً 1200 مستقل مراکز کام کر رہے ہیں، جہاں تربیت یافتہ ڈاکٹرز اور عملہ عوام کو خدمات فراہم کر رہا ہے۔ محکمہ دو سالہ تربیتی

پروگرام بھی چلا رہا ہے، جسے پاکستان نرسنگ بورڈ سے منظوری حاصل ہے۔ہم نے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت آغا خان یونی ورسٹی اسپتال، انڈس اسپتال، بقائی اسپتال اور ڈاؤ یونی ورسٹی آف ہیلتھ سائنسز جیسے اداروں کے ساتھ بھی تعاون قائم کیا ہے۔

محکمہ بہبودِ آبادی سندھ نے قانون سازی کے میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔کم عمری کی شادیوں کی روک تھام کے لیے چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ، تولیدی صحت کی خدمات کے لیے ری پروڈکٹو ہیلتھ سروسز ایکٹ اور شادی سے قبل طبی مشاورت سے متعلق اقدامات اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔اب تک تقریباً 25 ہزار سے زائد افراد کو خاندانی منصوبہ بندی، تولیدی صحت، ذاتی نگہداشت اور مؤثر مشاورت کے حوالے سے تربیت دی جا چکی ہے۔ یہ تربیت محکمہ صحت، PPHI، لیڈی ہیلتھ ورکرز، لیڈی ہیلتھ وزیٹرز اور ڈاکٹروں کو بھی فراہم کی جاتی ہے۔

پاکستان کی تقریباً 60 فیصد آبادی نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ یہ نوجوان نسل اگر مناسب تعلیم، صحت، ہنر اور مواقع حاصل کرے تو ملک کی ترقی کا سب سے بڑا سرمایہ ثابت ہوسکتی ہے۔اسی مقصد کے تحت جدید ٹیکنالوجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصنوعی ذہانت (AI) پر مبنی وائس کال اسسٹنٹ اور چیٹ بوٹ متعارف کرایا گیا ہے، تاکہ لوگ رازداری کے ساتھ اپنے صحت سے متعلق سوالات پوچھ سکیں اور بروقت رہنمائی حاصل کرسکیں۔ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ آبادی کو ''کنٹرول'' کرنے کے بجائے ''آبادی میں توازن'' پیدا کرنا اصل مقصد ہے۔ ہر خاندان کو اپنی آمدنی، وسائل اور بچوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذمے دارانہ فیصلے کرنے چاہئیں۔

آبادی میں توازن پیدا کرنا صرف حکومت یا کسی ایک ادارے کی ذمے داری نہیں، بلکہ پورے معاشرے کی مشترکہ ذمے داری ہے۔ہمیں عوامی آگاہی، بہتر صحت کی سہولیات، خواتین اور نوجوانوں کو بااختیار بنانے اور مؤثر منصوبہ بندی کے ذریعے ایک ایسا مستقبل تشکیل دینا ہوگا جہاں ہر فرد کو بہتر زندگی کے مواقع حاصل ہوں۔محکمہ بہبودِ آبادی سندھ قومی اور بین الاقوامی اداروں، جن میں WHO, UNFPA اور دیگر شراکت دار شامل ہیں، ان کے تعاون سے اس مقصد کے لیے مسلسل کام کر رہا ہے، تاکہ سندھ میں خاندانی منصوبہ بندی اور تولیدی صحت کی خدمات کو مزید مؤثر بنایا جا سکے۔ایک متوازن آبادی ہی ایک مضبوط، صحت مند اور خوشحال معاشرے کی بنیاد بن سکتی ہے۔

سوال و جواب کی نشست

اس موقع پر شرکاء کی جانب سے سوال کیا گیا کہ عوام خصوصاً کم آمدنی والے طبقے تک صحت اور خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق مستند معلومات کس طرح پہنچائی جاسکتی ہیں۔

جواب میں مقررہ نے بتایا کہ محکمہ بہبودِ آبادی سندھ کی سرکاری ویب سائٹ پر تمام معلومات دستیاب ہیں، جہاں صوبے بھر میں قائم تمام مراکز کی تفصیلات، خدمات اور رابطہ معلومات موجود ہیں۔جدید ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت (AI) نے معلومات تک رسائی کو نہایت آسان بنا دیا ہے۔ اگر کوئی شخص پڑھ یا لکھ نہیں سکتا تو وہ اپنی زبان میں آواز کے ذریعے بھی مطلوبہ معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ یہ سہولت اردو، سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو سمیت متعدد زبانوں میں دستیاب ہے۔

صوبہ سندھ میں محکمہ بہبودِ آبادی کے علاوہ پی پی ایچ آئی (PPHI)، لیڈی ہیلتھ ورکرز پروگرام اور دیگر ادارے بھی خاندانی منصوبہ بندی اور ماں اور بچے کی صحت سے متعلق خدمات فراہم کر رہے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں مقررہ نے کہا کہ حکومت نے گزشتہ برسوں میں خدمات کی رسائی، استطاعت اور دستیابی بہتر بنانے پر خصوصی توجہ دی ہے۔ان کے مطابق زیادہ تر خدمات عوام کو بلا معاوضہ فراہم کی جا رہی ہیں اور یونین کونسل کی سطح تک مراکز قائم کیے جا چکے ہیں، تاکہ آخری فرد تک صحت کی بنیادی سہولیات پہنچ سکیں۔

البتہ انہوں نے اس امر پر بھی زور دیا کہ بعض مسائل صرف صحت کے شعبے تک محدود نہیں، بلکہ ان کا تعلق قومی وسائل اور مالی تقسیم کے نظام سے بھی ہے۔ ان کے مطابق مردم شماری، آبادی کی درست تعداد اور قومی مالیاتی کمیشن (NFC Award) جیسے عوامل بھی وسائل کی منصفانہ تقسیم پر اثرانداز ہوتے ہیں، جس کے باعث بعض اوقات خدمات کی فراہمی میں مشکلات پیش آتی ہیں۔

مذہبی پہلو سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مقررہ نے واضح کیا کہ خاندانی منصوبہ بندی یا بچوں کے درمیان مناسب وقفہ کے حوالے سے

مختلف مذہبی حلقوں کے ساتھ مسلسل مکالمہ جاری ہے۔ان کا کہنا تھا کہ پاکستان میں مختلف مکاتبِ فکر موجود ہیں، اس لیے تمام مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مشاورت اوراعتماد سازی ناگزیر ہے۔

انہوں نے کہا کہ اسلام صحت مند خاندان اور والدین و بچوں کی فلاح و بہبود پر زور دیتا ہے۔ تربیتی نشستوں میں اس بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ اسلام میں بچوں کے درمیان مناسب وقفے کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، تاکہ ماں اور بچے دونوں کی صحت بہتر رہ سکے۔ جدید طبی ذرائع وقت کے ساتھ ترقی کرتے رہے ہیں، تاہم ان کا بنیادی مقصد خاندان کی صحت اور فلاح کو یقینی بنانا ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے مثال دیتے ہوئے بتایا کہ مانع حمل آلات کی مختلف اقسام وقت کے ساتھ جدید شکل اختیار کرتی گئی ہیں۔ ان میں طویل المدتی مانع حمل آلہ (IUCD) بھی شامل ہے، جسے خواتین اپنی ضرورت اور مرضی کے مطابق استعمال کرسکتی ہیں اور جب چاہیں اسے ہٹوا بھی سکتی ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہر خاتون کو اپنی صحت اور جسم سے متعلق فیصلے کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔

مقررہ نے کہا کہ حکومت کی جانب سے سہولیات کی فراہمی میں خاطر خواہ پیش رفت ہوئی ہے، تاہم اصل چیلنج ان خدمات پر مؤثر عمل درآمد، احتساب اور عوامی رویوں میں مثبت تبدیلی پیدا کرنا ہے۔ان کے مطابق معاشرتی رویے راتوں رات تبدیل نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لیے مسلسل تعلیم، آگاہی اور اعتماد سازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ رویوں میں تبدیلی کا عمل پہلے فرد سے شروع ہوتا ہے، پھر خاندان اور بالآخر پوری کمیونٹی تک پہنچتا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی کے بیشتر پروگراموں میں خواتین کو بنیادی ہدف بنایا جاتا ہے، حالانکہ خاندانی فیصلوں میں مرد بھی برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں محکمہ بہبودِ آبادی نے مردوں کی شمولیت کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ اسی مقصد کے تحت دیہی علاقوں میں مردوں کے لیے خصوصی آگاہی پروگرام شروع کیے گئے ہیں، جن کے مثبت نتائج سامنے آرہے ہیں۔ دیہی علاقوں میں ''اوطاق'' (Otaq) کو عوامی رابطے کے ایک مؤثر مرکز کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے، جہاں مرد روزانہ جمع ہوتے ہیں۔ محکمہ کے تربیت یافتہ مرد موبلائزرز انہی مقامات پر جا کر صحت، خاندانی منصوبہ بندی اور ذمے دار والدین کے موضوعات پر نشستیں منعقد کرتے ہیں۔ بیشتر خواتین خاندانی فیصلے اکیلے نہیں کرسکتیں، بلکہ انہیں اپنے شوہر یا خاندان سے مشاورت کرنا پڑتی ہے۔ اسی لیے اب میاں بیوی دونوں کی مشترکہ رہنمائی پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے، تاکہ صحت سے متعلق فیصلے باہمی اتفاقِ رائے سے کیے جاسکیں۔

سندھ میں ایک پائلٹ منصوبے کے تحت قبل از شادی طبی و سماجی رہنمائی کا آغاز کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت نکاح سے قبل جوڑے کو ڈاکٹر یا تربیت یافتہ طبی ماہر سے ایک مختصر رہنمائی سیشن میں شرکت کی ترغیب دی جاتی ہے، جس میں خاندانی منصوبہ بندی، بچوں کے درمیان مناسب وقفہ، ماں اور بچے کی صحت اور ذمے دار والدین کے موضوعات پر آگاہی فراہم کی جاتی ہے۔ تاہم یہ منصوبہ ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے اور اس کی کامیابی کے لیے معاشرتی تعاون، مذہبی ہم آہنگی اور عوامی اعتماد میں مزید اضافہ ضروری ہے۔

پاکستان کی نوجوان آبادی ملک کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ اگر اس انسانی سرمایہ کو بہتر صحت، معیاری تعلیم، مناسب تربیت اور درست منصوبہ بندی کے ذریعے باصلاحیت بنایا جائے تو یہی آبادی مستقبل میں ملک کی ترقی اور خوشحالی کا اہم ذریعہ بن سکتی ہے۔

پاکستان کو آبادی کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے صرف اپنے قومی وسائل پر انحصار نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اقوامِ متحدہ اور دیگر بین الاقوامی اداروں کی تکنیکی اور مالی معاونت سے بھی بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ آبادی میں توازن پیدا کرنے کے لیے سب سے اہم عنصر عوامی شعور اور ذہن سازی ہے۔ مردوں اور خواتین دونوں میں ذمے دارانہ طرزِ فکر پیدا کیے بغیر کسی بھی پالیسی کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

اگر آبادی میں تیز رفتار اضافے کو پاکستان کے بڑے قومی مسائل میں شمار کیا جاتا ہے تو اس کے مطابق قومی ترجیحات، وسائل اور پالیسی سازی کو بھی ترتیب دینا ہوگا، تاکہ صحت، تعلیم، روزگار اور سماجی ترقی کے شعبوں میں بہتر نتائج حاصل کیے جاسکیں۔

پاکستان کی نوجوان آبادی ایک قیمتی قومی اثاثہ ہے۔ اگر اس افرادی قوت کو معیاری تعلیم، پیشہ ورانہ تربیت، جدید مہارتوں اور بہتر صحت کی سہولیات فراہم کی جائیں تو یہی نوجوان ملکی ترقی، معاشی استحکام اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی نمائندگی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ انسانی

وسائل میں سرمایہ کاری ہی پائیدار ترقی کی بنیاد ہے، لہٰذا نوجوانوں کی صلاحیتوں میں اضافہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز میں میڈیکل طلبہ اور پوسٹ گریجویٹ ڈاکٹروں کی عملی تربیت پہلے ہی نصاب کا حصہ ہے۔ مزید برآں، سندھ ہیلتھ کیئر کمیشن کی پالیسی کے مطابق ایسے مراکز کو خاندانی منصوبہ بندی کی خدمات فراہم کرنے کا پابند بنایا جا رہا ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلۂ خیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلۂ خیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

☆عوام میں صحت، غذائیت، خاندانی منصوبہ بندی اور ذمے دار والدین کے حوالے سے مسلسل آگاہی پیدا کی جائے۔

☆ آبادی کے مسئلے کو قومی ترجیح قرار دے کر طویل المدتی پالیسی بنائی جائے۔

☆ مردوں اور خواتین دونوں کو آبادی، صحت اور خاندان کے فیصلوں میں شامل کیا جائے۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرامز میں مردوں کی شمولیت کو بڑھایا جائے، کیوں کہ اکثر فیصلوں میں مرد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

☆ میاں بیوی دونوں کے لیے مشترکہ مشاورت کا نظام مضبوط کیا جائے۔

☆ دیہی علاقوں میں مقامی ثقافتی مراکز جیسے اوطاق کو عوامی آگاہی کے لیے مؤثر انداز میں استعمال کیا جائے۔

☆ مرد موبلائزرز کے ذریعے دیہی علاقوں کے مردوں تک صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کی معلومات پہنچائی جائیں۔

☆ خواتین کو صحت اور خاندان سے متعلق فیصلوں میں بااختیار بنایا جائے۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کو صرف خواتین کا مسئلہ سمجھنے کے بجائے پورے خاندان اور معاشرے کی مشترکہ ذمے داری قرار دیا جائے۔

☆ مذہبی علماء اور مختلف مکاتبِ فکر کے نمائندوں کے ساتھ مسلسل مکالمہ جاری رکھا جائے۔

☆اسلام کے اصولوں کے مطابق ماں اور بچے کی صحت، مناسب وقفہ ولادت اور خاندان کی فلاح کے حوالے سے آگاہی دی جائے۔

☆صحت کے مراکز، ویب سائٹس اور ڈیجیٹل ذرائع کے ذریعے مستند معلومات آسانی سے عوام تک پہنچائی جائیں۔

☆ مصنوعی ذہانت (AI) اور جدید ٹیکنالوجی کو عوامی رہنمائی کے لیے استعمال کیا جائے، تاکہ لوگ اپنی زبان میں معلومات حاصل کر سکیں۔

☆اردو، سندھی، پنجابی، بلوچی اور دیگر مقامی زبانوں میں صحت کی معلومات فراہم کی جائیں۔

☆ سرکاری صحت مراکز کی معلومات اور مقامات عوام تک آسان طریقے سے پہنچائے جائیں۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کی سہولیات کو ہر فرد کے لیے قابلِ رسائی، قابلِ استطاعت اور دستیاب بنایا جائے۔

☆ آخری سطح تک صحت کی سہولیات پہنچانے کے نظام کو مزید مضبوط کیا جائے۔

☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز، کمیونٹی ورکرز اور مقامی اداروں کے کردار کو مزید مؤثر بنایا جائے۔

☆صحت کے شعبے میں کام کرنے والے اداروں کے درمیان بہتر رابطہ اور تعاون پیدا کیا جائے۔

☆ آبادی سے متعلق درست اعداد و شمار کے لیے مؤثر مردم شماری اور ڈیٹا سسٹم کو بہتر بنایا جائے۔

☆ وسائل کی تقسیم آبادی اور ضروریات کے مطابق منصفانہ بنیادوں پر کی جائے۔

☆ عوامی رویوں میں تبدیلی کے لیے مسلسل طویل مدتی مہمات چلائی جائیں۔

☆ صرف معلومات فراہم کرنے کے بجائے لوگوں کے رویوں اور سوچ میں تبدیلی پیدا کرنے پر توجہ دی جائے۔

☆ نوجوان نسل کو صحت، تعلیم اور مہارتوں کے ذریعے ملک کا مثبت سرمایہ بنایا جائے۔

☆ نوجوانوں کے لیے معیاری تعلیم اور روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں۔

☆ انسانی وسائل کو بہتر تربیت دے کر ملکی ترقی میں استعمال کیا جائے۔

☆ میڈیکل طلبہ کو دیہی علاقوں اور کمیونٹی ہیلتھ سینٹرز میں عملی تربیت کے مواقع دیے جائیں۔

☆ ڈاکٹرز اور طبی طلبہ کو عوامی صحت کے حقیقی مسائل سے روشناس کرایا جائے۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کے مراکز میں تربیتی پروگرامز کو مزید فعال کیا جائے۔

☆ قبل از شادی رہنمائی کو فروغ دیا جائے تاکہ شادی سے پہلے صحت، خاندان اور ذمے دار والدین کے حوالے سے آگاہی دی جا سکے۔

☆ مذہبی رہنماؤں، ڈاکٹرز اور سماجی اداروں کو مشترکہ طور پر آگاہی پروگرامز میں شامل کیا جائے۔

☆ بین الاقوامی تجربات سے سیکھا جائے، لیکن

انہیں مقامی ثقافت اور ضروریات کے مطابق نافذ کیا جائے۔
☆اقوامِ متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کی تکنیکی و مالی معاونت سے بہتر منصوبہ بندی کی جائے۔
☆آبادی کو بوجھ نہیں، بلکہ درست منصوبہ بندی کے ذریعے انسانی سرمایہ میں تبدیل کیا جائے۔
☆صحت مند خاندان، تعلیم یافتہ نوجوان اور بااختیار خواتین کو قومی ترقی کی بنیاد بنایا جائے۔
☆حکومت، میڈیا، تعلیمی اداروں، مذہبی رہنماؤں اور سول سوسائٹی کو مل کر کام کرنا ہوگا۔
☆آبادی کے مسئلے کا حل صرف قوانین سے نہیں، بلکہ شعور، تعلیم اور اجتماعی ذمے داری سے ممکن ہے۔
☆مسلسل آگاہی، بہتر خدمات اور مثبت رویوں کے ذریعے ایک صحت مند اور متوازن معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔
☆آبادی کو مؤثر انداز میں منظّم کرنے کے لیے طویل مدتی منصوبہ بندی کی جائے۔
☆بڑھتی ہوئی آبادی کو تعلیم، صحت، تربیت اور روزگار کے مواقع فراہم کر کے ملک کی ترقی کا ذریعہ بنایا جائے۔
☆ملک کے قدرتی وسائل کو جدید منصوبہ بندی کے ذریعے مؤثر انداز میں استعمال کیا جائے۔
☆پاکستان کی طویل ساحلی پٹی اور سمندری وسائل سے معاشی ترقی کے لیے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔
☆اندرونی علاقوں میں موجود قدرتی وسائل کی نشاندہی کر کے انہیں ترقیاتی منصوبوں کا حصہ بنایا جائے۔
☆وسائل صرف موجود ہونا کافی نہیں، بلکہ انہیں استعمال کرنے کے لیے درست حکمتِ عملی اور مہارت پیدا کرنا ضروری ہے۔
☆آبادی کی تعداد کو بوجھ سمجھنے کے بجائے اسے ترقی کے مواقع میں تبدیل کیا جائے۔
☆تعلیم یافتہ، ہنرمند اور صحت مند آبادی ملک کی معاشی طاقت بن سکتی ہے۔
☆جدید ٹرانسپورٹ، مواصلات اور معاشی نظام کو مضبوط بنانے کے لیے انسانی وسائل کو بہتر بنایا جائے۔
☆آبادی میں توازن کے لیے شعور، تعلیم اور ذمے دارانہ رویوں کو فروغ دیا جائے۔
☆عوام میں یہ آگاہی پیدا کی جائے کہ زیادہ آبادی خود مسئلہ نہیں، بلکہ غیر منظّم آبادی مسئلہ بنتی ہے۔
☆حکومت، تعلیمی اداروں اور سماجی تنظیموں کو مل کر انسانی سرمایہ کی ترقی پر توجہ دینی چاہیے۔
☆ملک کے وسائل اور آبادی کے درمیان بہتر توازن پیدا کرنے کے لیے جامع پالیسی تشکیل دی جائے۔
☆آبادی کو درست سمت میں استعمال کیا جائے تو یہی سب سے بڑی قومی طاقت بن سکتی ہے۔
☆آبادی کے مسئلے کو قومی ترجیح اور نمبرون مسئلہ قرار دے کر جامع حکمتِ عملی بنائی جائے۔
☆نیشنل پاپولیشن کونسل کو صرف مشاورتی ادارہ نہیں بلکہ عملی اقدامات کا مرکز بنایا جائے۔
☆بنگلہ دیش اور دیگر کامیاب ممالک کے تجربات سے سیکھ کر مقامی ضروریات کے مطابق پروگرام تیار کیے جائیں۔
☆آبادی سے متعلق پالیسیوں کے لیے مستقل فنڈنگ اور وسائل مختص کیے جائیں۔
☆ذہن سازی کے لیے ملک گیر آگاہی مہمات چلائی جائیں۔
☆مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کے ساتھ سائنسی بنیادوں پر مکالمہ جاری رکھا جائے۔
☆خاندانی منصوبہ بندی، بچوں کے درمیان مناسب وقفے اور ماں و بچے کی صحت کے تعلق کو اجاگر کیا جائے۔
☆کامیاب پاکستانی ماڈلز کو ملک کے دیگر علاقوں میں بھی نافذ کیا جائے۔
☆خواتین کی تعلیم کو آبادی کے مسئلے کے حل کی بنیادی شرط سمجھا جائے۔
☆پرائمری سطح پر خواتین اساتذہ کے کردار کو بڑھایا جائے۔
☆خواتین کو روزگار، معاشی خودمختاری اور فیصلہ سازی میں زیادہ مواقع فراہم کیے جائیں۔
☆خواتین کے لیے سماجی تحفظ اور بڑھاپے کے تحفظ کے نظام کو بہتر بنایا جائے۔
☆آبادی کے مسئلے کو صرف خواتین کا نہیں، بلکہ مردوں، خاندانوں اور پورے معاشرے کا مشترکہ مسئلہ سمجھا جائے۔
☆پالیسی سازی میں اعداد و شمار، تحقیق اور زمینی حقائق کو بنیاد بنایا جائے۔
☆صحت اور خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق معلومات کو عام عوام تک پہنچانے کے لیے مؤثر حکمتِ عملی بنائی جائے۔
☆صرف پالیسی بنانے کے بجائے اس پر عمل درآمد اور عوامی رسائی کو اولین ترجیح دی جائے۔
☆خاندانی منصوبہ بندی کی مفت سہولیات کے

بارے میں عوامی آگاہی میں اضافہ کیا جائے۔
☆ دیہی اور کم آمدنی والے طبقات تک معلومات پہنچانے کے لیے مقامی سطح پر آگاہی پروگرام شروع کیے جائیں۔
☆ عام افراد، حتیٰ کہ تعلیم یافتہ طبقے کو بھی صحت کی بنیادی سہولیات اور دستیاب خدمات سے آگاہ کیا جائے۔
☆ خواتین کو حمل، زچگی اور خاندانی صحت کے حوالے سے بروقت اور درست رہنمائی فراہم کی جائے۔
☆ غیر تربیت یافتہ افراد سے علاج کروانے کے رجحان کو کم کرنے کے لیے عوامی شعور پیدا کیا جائے۔
☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز، کمیونٹی ورکرز اور مقامی اداروں کے ذریعے گھر گھر معلومات پہنچائی جائیں۔
☆ پالیسی ساز اداروں، صحت کے ماہرین اور کمیونٹی کے درمیان رابطہ مضبوط کیا جائے۔
☆ صحت کی سہولیات کے بارے میں معلومات صرف شہروں تک محدود نہ رہیں بلکہ دور دراز علاقوں تک پہنچائی جائیں۔
☆ عوامی آگاہی کے لیے میڈیا، سوشل میڈیا اور مقامی ذرائع ابلاغ کو مؤثر انداز میں استعمال کیا جائے۔
☆ منصوبہ بندی اور عمل درآمد کے درمیان موجود خلا کو ختم کیا جائے تاکہ حقیقی فائدہ عام لوگوں تک پہنچ سکے۔
☆ ہر فرد کو صحت مند خاندان اور محفوظ زچگی کے لیے درست معلومات اور سہولیات تک رسائی دی جائے۔

☆ صرف پالیسی بنانے کے بجائے اس پر عمل درآمد اور عوامی رسائی کو اولین ترجیح دی جائے۔
☆ خاندانی منصوبہ بندی کی مفت سہولیات کے بارے میں عوامی آگاہی میں اضافہ کیا جائے۔
☆ خواتین کو حمل، زچگی اور خاندانی صحت کے حوالے سے بروقت اور درست رہنمائی فراہم کی جائے۔
☆ لیڈی ہیلتھ ورکرز، کمیونٹی ورکرز اور مقامی اداروں کے ذریعے گھر گھر معلومات پہنچائی جائیں۔
☆ پالیسی ساز اداروں، صحت کے ماہرین اور کمیونٹی کے درمیان رابطہ مضبوط کیا جائے۔
☆ آبادی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے مذہبی تعلیمات، سائنسی تحقیق اور عوامی شعور کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے، تاکہ معاشرے میں مثبت سوچ پیدا کی جا سکے۔
☆ خواتین کو صحت، بچوں کی نگہداشت اور مناسب وقفے کے فوائد کے بارے میں آگاہی فراہم کی جائے، تاکہ ماں اور بچے دونوں کی صحت بہتر ہو سکے۔
☆ ماں کے دودھ پلانے کے فروغ کے لیے مؤثر آگاہی مہمات چلائی جائیں، کیوں کہ یہ بچے کی صحت اور خاندان کی بہتر منصوبہ بندی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔
☆ گھروں، اسکولوں، اداروں اور عوامی مقامات پر شجرکاری کو فروغ دیا جائے، خصوصاً پھل دار درخت لگانے کی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ ماحولیاتی بہتری کے ساتھ وسائل میں بھی اضافہ ہو۔

☆ بلدیاتی اداروں کو چاہیے کہ سڑکوں، شاہراہوں اور سرکاری زمینوں پر موسمی لحاظ سے موزوں درخت لگانے کے منصوبے شروع کریں، جس سے ماحول، روزگار اور خوراک کے وسائل بہتر ہو سکتے ہیں۔
☆ آبادی میں اضافے کے ساتھ تعلیم، صحت، روزگار اور رہائش کے مسائل پر بھی بیک وقت توجہ دینا ضروری ہے، تاکہ ہر فرد کو بہتر معیارِ زندگی میسر آ سکے۔
☆ نوجوانوں اور خاندانوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ بچوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ ان کی معیاری تعلیم، صحت اور تربیت بھی اتنی ہی اہم ہے۔
☆ دیہی علاقوں میں روزگار کے نئے مواقع پیدا کیے جائیں، تاکہ زیادہ آبادی کو بوجھ کے بجائے معاشی قوت میں تبدیل کیا جا سکے۔
☆ حکومتی منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ عوامی تعاون کو بھی یقینی بنایا جائے، کیوں کہ کسی بھی پالیسی کی کامیابی اس کے مؤثر نفاذ اور عوامی شمولیت سے ممکن ہوتی ہے۔
☆ آبادی کے مسئلے کو صرف اعداد و شمار کے طور پر نہیں بلکہ انسانی ترقی، صحت، تعلیم اور معاشرتی فلاح کے مسئلے کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔
☆ ملک کی بڑی نوجوان آبادی کو درست سمت میں استعمال کرنے کے لیے جدید فنی تربیت کے پروگرام شروع کیے جائیں تاکہ نوجوان خود کفیل بن سکیں۔
☆ برین ڈرین کو روکنے کے لیے ملک کے اندر ایسے مواقع پیدا کیے جائیں جہاں نوجوان اپنی

صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔

☆حکومت کی ذمے داری ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے معیاری تعلیم، صحت کی سہولیات، روزگار اور تربیت کے مناسب انتظامات کرے۔

☆عوام کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر پرورش، تعلیم اور تربیت پر توجہ دیں، تاکہ نئی نسل معاشرے کے لیے مثبت کردار ادا کرسکے۔

☆نوجوانوں کو روزگار کے لیے صرف ڈگری نہیں، بلکہ عملی مہارتیں فراہم کی جائیں تاکہ وہ ملکی معیشت میں مؤثر کردار ادا کرسکیں۔

☆آبادی میں توازن کے ساتھ ساتھ انسانی صلاحیتوں کو بہتر بنانا ضروری ہے، کیوں کہ تعلیم یافتہ اور ہنرمند آبادی ملک کی ترقی کا سب سے بڑا سرمایہ بن سکتی ہے۔

☆عوام میں شعور پیدا کرنے کے لیے مسلسل آگاہی مہمات چلائی جائیں، تاکہ خاندان بہتر منصوبہ بندی کے فوائد کو سمجھ سکیں۔

☆صحت کے شعبے سے وابستہ افراد، علماء، سماجی رہنماؤں اور ماہرین کو مل کر عوامی رہنمائی کا کردار ادا کرنا چاہیے۔

☆سوشل میڈیا پر ایسے مثبت پیغامات اور تعلیمی مواد کو فروغ دیا جائے جو عوام کی ذہنی تیاری اور رویوں میں بہتری پیدا کرے۔

☆خاندانوں کو یہ شعور دیا جائے کہ بچوں کی تعداد کے ساتھ ساتھ ان کی معیاری تعلیم، صحت، تربیت اور بہتر مستقبل کی منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔

☆حکومت کو آبادی کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے مطابق صحت، تعلیم اور روزگار کے منصوبوں کو مزید مؤثر بنانا چاہیے۔

☆موجودہ وسائل کے بہتر استعمال اور نئے وسائل پیدا کرنے کے لیے طویل المدتی پالیسیاں بنائی جائیں۔

☆شہری آبادی میں اضافے کے مسئلے کے حل کے لیے نئے شہر آباد کیے جائیں اور بنیادی سہولیات کو وسعت دی جائے۔

☆وسائل کی تقسیم میں شفافیت اور مساوات پیدا کی جائے، تاکہ تمام طبقات کو ترقی کے یکساں مواقع مل سکیں۔

☆آبادی سے متعلق پالیسیوں میں خوف پیدا کرنے کے بجائے مثبت سوچ، شعور اور عملی منصوبہ بندی کو فروغ دیا جائے۔

☆ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ آبادی اور وسائل کے درمیان توازن پیدا کیا جائے اور آنے والی نسلوں کے لیے بہتر مستقبل کی منصوبہ بندی کی جائے۔

☆مسائل کے حل کے لیے سب سے پہلے سوچ اور رویّے میں تبدیلی ضروری ہے۔

☆تبدیلی کا آغاز کردار رکھنے والے افراد اور مثالی قیادت سے ہوتا ہے۔

☆صرف تنقید نہیں، بلکہ عملی اقدامات اور ذمے دارانہ رویّہ اپنانا ہوگا۔

☆قیادت وہی مؤثر ہوتی ہے جو اپنے عمل سے مثال قائم کرے۔

☆معاشرے کی بہتری کے لیے سچ بولنے، حقیقت کو تسلیم کرنے اور درست فیصلے کرنے کی ہمت پیدا کرنا ہوگی۔

☆دولت، اختیار اور عہدے سے زیادہ اہم دیانت، کردار اور قومی سوچ ہے۔

☆پائیدار ترقی کے لیے افراد، اداروں اور قیادت سب کو اپنی ذمے داری کا احساس کرنا ہوگا۔

☆آبادی کے مسئلے کے حل کے لیے تعلیم اور شعور کی فراہمی سب سے بنیادی قدم ہے۔

☆غیر ضروری سرکاری اخراجات کم کرکے وسائل کو عوام کی بہتری پر خرچ کرنا ہوگا۔

☆بڑے شہروں پر دباؤ کم کرنے کے لیے علاقائی ترقی اور روزگار کے مواقع پیدا کرنا ضروری ہیں۔

☆پائیدار ترقی کے لیے حکومت، اداروں اور عوام کے درمیان اعتماد اور مشترکہ ذمے داری کا احساس پیدا کرنا ہوگا۔

☆سب سے پہلے ذہن سازی اور شعور کی بیداری پر توجہ دی جائے۔

☆خواتین کو تعلیم، ہنر اور روزگار کے ذریعے بااختیار بنایا جائے۔

☆آبادی کے مسئلے کا حل صرف منصوبہ بندی نہیں، ذہن سازی ہے۔

ہمدرد شوریٰ (پشاور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (پشاور) کے اجلاس میں پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام (اسپیکر)، محترم سید مشتاق حسین شاہ بخاری (ڈپٹی اسپیکر)، محترم پروفیسر ڈاکٹر عدنان سرور خان، محترم ڈاکٹر اقبال خلیل، محترم پروفیسر حامد محمود، محترم قاری شاہد اعظم، محترم میاں انور سید، محترم ڈاکٹر ذاکر شاہ، محترمہ پروفیسر غزالہ یوسف، محترمہ ڈاکٹر سیما شفیع، مبصرین کرام میں

محترم نصیرالدین، محترمہ نغمہ گل اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (پشاور) سے محترم محمد خالد اور محترم عابد شاہ نے شرکت کی۔ پروفیسر ڈاکٹر گلزار جلال (محقق، تجزیہ نگار و اعزازی ڈائریکٹر اکادمی ادبیات پشاور) کو بطور مہمان مقرر مدعو کیا گیا۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی بیک وقت ایک چیلنج بھی ہے اور ترقی کا ایک اہم موقع بھی۔ انہوں نے کہا کہ چین اور بھارت جیسے ممالک نے اپنی بڑی آبادی کو تعلیم، ہنرمندی اور مؤثر منصوبہ بندی کے ذریعے قومی اثاثے میں تبدیل کیا۔ پاکستان کی نوجوان آبادی ملک کی سب سے بڑی طاقت ہے، تاہم اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے انسانی وسائل کی ترقی ناگزیر ہے۔ انہوں نے ایک تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا کہ پاکستان میں بزرگ شہریوں کی تعداد بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ تقریباً 25 کروڑ کی آبادی میں لگ بھگ ایک کروڑ پچھتر لاکھ افراد ایسے ہیں جن کی عمریں 60 سال سے زائد ہیں۔ یہ ایک سنجیدہ چیلنج ہے، کیوں کہ جب نوجوانوں کے لیے ہی کوئی واضح قومی پالیسی موجود نہیں تو عمر رسیدہ افراد کے مسائل سے نمٹنے کے لیے مؤثر حکمتِ عملی کیسے تشکیل دی جا سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ انسانی وسائل کی ترقی سے بڑھتی ہوئی آبادی کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر گلزار جلال نے اپنے کلیدی خطاب میں مذکورہ موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آبادی میں بے تحاشا اضافہ اور قدرتی وسائل میں مسلسل کمی پاکستان کے دو نہایت اہم اور حساس قومی مسائل ہیں، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بحیثیت قوم ہم نے کبھی بھی ان مسائل پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا اور نہ ہی ان کے حوالے سے کوئی منظّم، مربوط اور قومی سطح کا مکالمہ تشکیل دیا۔ یہ دونوں موضوعات کسی نہ کسی صورت متنازعہ بھی بنائے جاتے رہے ہیں، جس کے باعث ان پر کھل کر گفتگو کرنے سے بھی گریز کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ بڑھتی ہوئی آبادی اور محدود ہوتے وسائل کا تعلق صرف معیشت تک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک قوم کی معاشرت، نفسیات، سیاست، ثقافت، ماحول اور مجموعی قومی زندگی سے جڑا ہوا معاملہ ہے۔ اس لیے ان مسائل کا حل بھی جامع سوچ اور اجتماعی حکمتِ عملی میں پوشیدہ ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آبادی اور وسائل کے حوالے سے قومی ڈسکورس موجود نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان موضوعات پر مذہبی، معاشی، سماجی، سیاسی اور نظریاتی سطح پر کوئی مربوط بیانیہ تشکیل نہیں دیا جا سکا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر ہم بحیثیت قوم مذہب، معیشت، معاشرت، ماحول اور قدرتی وسائل کو سامنے رکھ کر ایک مضبوط اور مدلل قومی بیانیہ تشکیل دیں تو نہ صرف عوام میں شعور پیدا ہوگا، بلکہ پالیسی سازی میں بھی بہتری آئے گی۔ بڑھتی ہوئی آبادی کا براہِ راست تعلق معاشی مسائل، بے روزگاری، غربت، وسائل کی کمی اور ماحولیاتی آلودگی سے ہے۔ اگر آبادی کی رفتار وسائل کی افزائش سے زیادہ ہو جائے تو اس کے اثرات ہر شعبہ زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ آبادی اور وسائل کے درمیان توازن پیدا کرنے کے لیے قومی سطح پر شعور بیدار کیا جائے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے ادب، تحقیق اور فکری حلقوں میں بھی آبادی اور وسائل جیسے بنیادی قومی موضوعات کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔ شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں نے اگر کبھی ان مسائل پر قلم اٹھایا بھی تو زیادہ تر سیاسی تناظر میں، جب کہ ان کے سماجی، معاشی اور ماحولیاتی پہلوؤں پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ قدرتی وسائل کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ فطرت نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ سورج کی توانائی، ہوا، پانی، جنگلات، معدنیات، زرخیز زمین اور دیگر قدرتی وسائل ہی انسانی زندگی اور معاشی ترقی کی بنیاد ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام نے انہی وسائل کے مؤثر استعمال کے ذریعے اپنی معیشت کو مضبوط بنایا، جب کہ جن ممالک نے اپنے وسائل کی قدر نہ کی وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم قدرتی وسائل کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں نے ہمیشہ ان علاقوں پر اپنی توجہ مرکوز کی جہاں قدرتی وسائل وافر مقدار میں موجود تھے۔ ہمیں تاریخ میں یہ کم ہی بتایا جاتا ہے کہ برطانیہ تقریباً دس ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے برصغیر کیوں آیا اور تقریباً دو سو سال تک یہاں کیوں حکمران رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہاں کے بے پناہ قدرتی وسائل تھے۔ انہوں نے کہا کہ یورپ میں صنعتی انقلاب برپا ہونے کے بعد صنعتوں کو خام مال کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ جب برطانوی حکومت اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے مختلف خطوں کا جائزہ لیا تو انہیں برصغیر اور افریقہ قدرتی وسائل سے مالا مال

نظر آئے، یہی وجہ تھی کہ ان خطوں کو نوآبادیاتی نظام کا شکار بنایا گیا اور ان کے وسائل کو صنعتی ترقی کے لیے استعمال کیا گیا۔انہوں نے بتایا کہ 1849ء میں کلکتہ سے راوی گنج تک ریلوے لائن بچھانے کے لیے سروے کا آغاز کیا گیا۔ اس منصوبے کے پیچھے بھی بنیادی مقصد عوامی سہولت نہیں، بلکہ قدرتی وسائل تک آسان رسائی حاصل کرنا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ راوی گنج کے علاقے میں کوئلے کے وسیع ذخائر موجود تھے، جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے بحری جہازوں کے لیے کوئلہ برطانیہ سے منگوانے پر مجبور تھی۔ کمپنی کی خواہش تھی کہ اسے ہندوستان ہی سے کوئلہ حاصل ہو جائے تاکہ اخراجات میں کمی آئے اور صنعتوں کو سستا خام مال میسر آسکے۔ اسی معاشی مفاد نے برطانوی سامراج کو برصغیر میں اپنے اقتدار کو مزید مستحکم کرنے پر آمادہ کیا۔انہوں نے کہا کہ برصغیر کے قدرتی وسائل اور دولت کو منظم انداز میں برطانیہ منتقل کیا گیا، جس کے نتیجے میں مقامی معیشت کمزور ہوتی گئی۔ اس حوالے سے انہوں نے حسین احمد مدنی کی کتاب ''برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا'' کا مطالعہ کرنے کو کہتے ہوئے کہا کہ اس میں نوآبادیاتی دور کے معاشی استحصال کی تفصیلات موجود ہیں۔انہوں نے کہا کہ تاریخی حقائق کے مطابق برطانوی اقتدار سے قبل عالمی معیشت میں برصغیر کا حصہ تقریباً 23 فیصد تھا، لیکن برطانوی راج کے اختتام تک یہ کم ہو کر تقریباً ساڑھے تین فیصد رہ گیا۔ یہ اعداد و شمار اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ قدرتی وسائل پر قبضہ اور ان کا استحصال کس طرح ایک خوشحال خطے کو معاشی طور پر کمزور کر سکتا ہے۔اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ عوامی جمہوریہ چین کی مثال پیش کی اور کہا کہ مشرقی چین کے وسائل اور سرمایہ کاری کو مغربی علاقوں کی ترقی کے لیے منتقل کیا گیا، جس سے وہاں روزگار، صنعت اور انفراسٹرکچر کو فروغ ملا۔ چینی قیادت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھی کہ کاشغر سے شنگھائی کا فاصلہ تقریباً پانچ ہزار کلومیٹر ہے، جب کہ کاشغر سے گوادر کا فاصلہ تقریباً دو ہزار کلومیٹر بنتا ہے۔ اسی جغرافیائی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے چین نے بیلٹ اینڈ روڈ انیشی ایٹو کا آغاز کیا، جس کے تحت چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) وجود میں آئی۔انہوں نے کہا کہ سی پیک محض ایک سڑک یا تجارتی منصوبہ نہیں، بلکہ معاشی تعاون، علاقائی رابطوں اور مشترکہ ترقی کا ایک جامع تصور ہے۔ چین نے اپنے مغربی علاقوں کی معاشی خوشحالی کو پاکستان کے ساتھ جوڑ کر نہ صرف اپنے اندرونی مسائل کا حل تلاش کیا، بلکہ پاکستان کے لیے بھی ترقی کے نئے امکانات پیدا کیے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ترقی ہمیشہ مضبوط ذرائع آمدورفت، جدید انفراسٹرکچر اور مؤثر معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ گوادر بندرگاہ، شاہراہوں اور تجارتی راہداریوں کی تعمیر اسی وژن کا حصہ ہے۔انہوں نے زور دیا کہ قوموں کی ترقی کا انحصار صرف وسائل کی موجودگی پر نہیں، بلکہ ان کے دانشمندانہ استعمال، مؤثر منصوبہ بندی اور مخلص قیادت پر ہوتا ہے اور یہی سبق ہمیں تاریخ اور چین کی معاشی کامیابی سے ملتا ہے۔ پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے، لیکن بدقسمتی سے ہم نے نہ تو اپنے وسائل کا درست اندازہ لگایا اور نہ ہی ان سے بھرپور استفادہ کرنے کے لیے مؤثر منصوبہ بندی کی۔انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس گیس، کوئلہ، معدنیات، ماربل، قیمتی پتھر، زرعی زمین، جنگلات اور آبی وسائل کی بے شمار دولت موجود ہے۔اس کے علاوہ تجارت، سیاحت، موسمی سیاحت، تاریخی اور مذہبی سیاحت جیسے شعبوں میں بھی پاکستان غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے، مگر ان تمام وسائل سے مطلوبہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے مربوط قومی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ معاشی حوالے سے لکھی جانے والی متعدد کتابوں میں پاکستان کے قدرتی وسائل، معدنی ذخائر اور معاشی امکانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے وسائل سے آگاہی حاصل کریں، ان کی اہمیت کو سمجھیں اور انہیں قومی ترقی کے لیے مؤثر انداز میں بروئے کار لائیں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کو مستقبل میں جن بڑے چیلنجز کا سامنا ہوگا، ان میں پانی کی قلت سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ آئندہ زمانے میں پانی عالمی تنازعات اور جنگوں کی ایک بڑی وجہ بن سکتا ہے۔ اس لیے آبی وسائل کا تحفظ، ذخیرہ اور دانشمندانہ استعمال وقت کی اہم ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مطالعے کے دوران انہیں معلوم ہوا کہ خیبر پختونخوا اور اس سے ملحقہ خطوں میں اٹھارہ بڑے اور چھوٹے دریاؤں کا ذکر ملتا ہے، جن میں دریائے سندھ، کنہار، ہرو، سیران، دوڑ، چترال، پنجکوڑہ، کابل، سوات، کالپنی، باڑہ، کرم، ٹوچی، گومل، ہرمل، ہلمند، ہری رود اور آمو

شامل ہیں۔ اتنے وسیع آبی وسائل ہونے کے باوجود اصل مسئلہ پانی کی کمی نہیں، بلکہ اس کے مؤثر انتظام، ذخیرہ اندوزی اور درست استعمال کا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے صدیق سالک کی کتاب ''میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا'' کا حوالہ دیا، جس میں مشرقی پاکستان کی غربت، آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق ایک اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مثال سے یہ سبق ملتا ہے کہ آبادی میں توازن پیدا کیے بغیر معاشی ترقی اور سماجی خوشحالی کا حصول مشکل ہو جاتا ہے۔ انہوں نے بنگلہ دیش کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ آزادی کے بعد وہاں آبادی میں اضافے کی شرح بہت زیادہ تھی، لیکن حکومت نے خواتین کی تعلیم، ہیلتھ ورکرز کے ذریعے گھر گھر آگاہی، صحت کی سہولیات اور خاندانی منصوبہ بندی کے مؤثر پروگراموں پر توجہ دے کر آبادی میں نمایاں توازن پیدا کیا۔ چوں کہ بنگلہ دیش بھی ایک اسلامی ملک ہے، اس لیے اس کے تجربات سے پاکستان بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلام اولاد کو صدقہ جاریہ قرار دیتا ہے، لیکن اس کے ساتھ والدین پر یہ ذمے داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح دینی، اخلاقی اور سماجی تربیت کریں۔ موجودہ دور میں بچوں کی بہتر تعلیم، صحت اور پرورش کے لیے خاطر خواہ مالی وسائل درکار ہوتے ہیں۔ اگر والدین اپنی استطاعت سے زیادہ ذمے داریاں اٹھا لیں تو نہ صرف معاشی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے، بلکہ ہر بچے کو مساوی توجہ، محبت اور بہتر مواقع فراہم کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے، جو ان کے ساتھ ناانصافی کے مترادف ہے۔ خطاب کے اختتام پر انہوں نے زور دیا کہ بچوں کی جسمانی پرورش کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت، قومی شعور، مادری زبان، ثقافت اور روایات سے آگاہی بھی انتہائی ضروری ہے۔

آبادی بیک وقت چیلنج بھی ہے اور ایک قیمتی اثاثہ بھی، کیوں کہ اصل سرمایہ انسان ہے۔ مصنوعی ذہانت کے دور میں بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ انسانی صلاحیت کی اہمیت برقرار ہے اور کئی شعبوں میں دوبارہ افرادی قوت کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کو اس وقت سب سے بڑا چیلنج پانی کی قلت کا درپیش ہے، جو عالمی مسئلہ بھی بن چکا ہے۔ بھارت کی جانب سے آبی دباؤ، ڈیموں کی کمی اور ناقص آبی پالیسیوں کے باعث زرعی شعبہ متاثر ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید آبپاشی کے طریقے اپنائے جائیں، پانی کے ضیاع کو روکا جائے اور دستیاب وسائل کو مؤثر انداز میں محفوظ کیا جائے۔ انہوں نے زرعی شعبے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ غیر آباد زمینوں کو قابلِ کاشت بنایا جائے، کسانوں کو مناسب معاوضہ دیا جائے اور مڈل مین کے استحصالی کردار کو محدود کیا جائے، تاکہ محنت کا اصل فائدہ کسان تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ خوراک کے ضیاع کی روک تھام، حکومتی گوداموں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کے بہتر انتظام، توانائی کے متبادل ذرائع خصوصاً چھوٹے ٹربائنز کے ذریعے سستی بجلی کی پیداوار، اور صحت و توانائی کے شعبوں میں سرمایہ کاری وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اسی طرح صنعتی ترقی، انفراسٹرکچر کی بہتری اور سرمایہ کاری سے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے، جب کہ نوجوانوں کو مستقبل کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اسکلز بیسڈ ایجوکیشن کو فروغ دینا ناگزیر ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلہ ٔخیال کے لیے اسپیکر نے فاضل اراکین شوریٰ کو اظہارِ خیال کی دعوت دی ان کی بحث اور تبادلہ ٔخیال سے مندرجہ ذیل نکات مرتب ہوئے ہیں۔

☆ بنگلہ دیش کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہاں جا کر فوراً احساس ہوتا ہے کہ رقبہ کم اور آبادی بہت زیادہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ 47 ہزار مربع کلومیٹر رقبے میں لگ بھگ 18 کروڑ افراد آباد ہیں، یعنی فی مربع کلومیٹر تقریباً 1300 افراد رہتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن، ایئرپورٹ، مساجد اور سڑکوں پر ہر جگہ لوگوں کا غیر معمولی ہجوم دکھائی دیتا ہے۔ تاہم اتنی بڑی آبادی کے باوجود بنگلہ دیش نے مؤثر اقدامات کے ذریعے آبادی کی شرحِ نمو پر قابو پایا ہے۔ 975ء میں آبادی کی شرحِ نمو 2.48 فیصد تھی، جو اب کم ہو کر تقریباً ایک اعشاریہ کچھ فیصد رہ گئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس کامیابی کی تین بڑی وجوہات شادی کی عمر میں اضافہ، خواتین کی شرحِ خواندگی میں بہتری اور تعلیم کا فروغ ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے ملک میں بھی تعلیم یافتہ خاندانوں میں عموماً دو یا تین بچے ہوتے ہیں، جب کہ غریب اور غیر تعلیم یافتہ طبقے میں بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی بڑی آبادی اگر تعلیم اور فنی مہارت سے آراستہ ہو جائے تو یہی آبادی ایک بڑی قومی طاقت بن

سکتی ہے۔ حکومتوں کی ذمے داری ہے کہ آبادی کی شرحِ پیدائش کو خاندانوں کی ضروریات کے مطابق متوازن رکھیں اور دوسری جانب تعلیم اور ہنرمندی کے ذریعے انسانی وسائل کو قومی ترقی کے لیے استعمال کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بنگلہ دیش کی شرحِ خواندگی 78 فیصد، جب کہ پاکستان کی 58 فیصد ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ تعلیم بہت سے سماجی اور معاشی مسائل کا مؤثر حل ہے۔

☆ بڑھتی ہوئی آبادی دراصل علم وشعور کی کمی کے باعث معاشرے کا ایک بڑا المیہ بن چکی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ علم کو صرف دینی تعلیم تک محدود کر دیا گیا ہے، حالانکہ اسلام کا حقیقی پیغام زندگی کے ہر شعبے میں اعتدال اور توازن کا درس دیتا ہے۔ قرآنِ کریم بھی ہر معاملے میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے۔ بچے تو پیدا ہو جاتے ہیں، مگر اصل ذمے داری ان کی ایسی تربیت کرنا ہے کہ وہ معاشرے کے مفید اور باکردار فرد بن سکیں۔ نیک اولاد کو صدقِ جاریہ کہا جاتا ہے، لیکن اس کے بارے میں بھی انسان سے سوال ہوگا۔ اگر ہم ایسی اولاد کی تعداد بڑھاتے جائیں جو معاشرے پر بوجھ بن جائے تو مسائل میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے گا۔ بے شک اللہ تعالی نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن رزق صرف کھانے پینے اور پہننے تک محدود نہیں، بلکہ اچھے تعلقات، مضبوط رشتے اور زندگی کی دیگر نعمتیں بھی رزق ہی کا حصہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وسائل کی کمی اور دیگر معاشرتی مسائل کی بنیادی وجہ بھی علم وشعور کا فقدان ہے، جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

☆ خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے بھرپور کوششیں اور آگاہی مہمات جاری ہیں اور پاکستان نے بھی اس ضمن میں خاصی محنت کی ہے۔ چین میں پہلے صرف ایک بچے کی اجازت تھی، بعد ازاں اسے بڑھا کر دو کر دیا گیا۔ ہمارے ہاں بھی کم از کم خاندان کے افراد کی تعداد 6 سے کم کر کے 4 تک لانے پر سنجیدگی سے غور کیا جا سکتا ہے۔ تاہم مسئلہ صرف تعلیم کا نہیں، بلکہ شعور کا ہے۔ محض ڈگریاں کافی نہیں ہوتیں، کیوں کہ نام نہاد تعلیم یافتہ افراد بھی ملک کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اگر معاشرے میں شعور پیدا ہو جائے تو آبادی پر مؤثر انداز میں قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں عوام کی ذمے داری بھی بہت اہم ہے۔ موجودہ حالات میں طلاقوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے اور بعض لوگ متعدد شادیاں بھی کر رہے ہیں۔ ان تمام مسائل کا بنیادی حل شعور کی بیداری ہے، کیوں کہ جب تک معاشرے میں شعور پیدا نہیں ہوگا، یہ مسائل حل نہیں ہو سکیں گے۔

☆ آبادی کم کرنے کے بجائے وسائل کی بہتر منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اگر تربیت کی بات کی جائے تو جو شخص ایک بچے کی اچھی تربیت کرسکتا ہے، وہ زیادہ بچوں کی بھی کرسکتا ہے، جب کہ جو تربیت نہیں کرسکتا، وہ ایک بچے کی بھی مؤثر تربیت نہیں کر پاتا۔ انہوں نے چین کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ وہاں آبادی میں اضافہ ضرور ہوا، مگر اس کے ساتھ وسائل اور سہولیات میں بھی خاطر خواہ اضافہ کیا گیا۔ ہمارے ملک میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ بچے بڑے ہو کر ملک وقوم کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ آبادی اپنے آپ میں مسئلہ نہیں، اصل ضرورت وسائل کی منصوبہ بندی اور ان کے مؤثر استعمال کی ہے۔ پاکستان، خصوصاً ہمارے صوبے میں قدرتی وسائل کی کوئی کمی نہیں۔ اگر ہم سنجیدہ منصوبہ بندی کریں اور نئی نسل کی تعلیم وتربیت پر توجہ دیں تو یہی بچے مستقبل میں ملک وقوم کے لیے قیمتی سرمایہ ثابت ہوں گے۔

☆ بڑھتی ہوئی آبادی کو محدود کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، اس میں کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ خاندانی منصوبہ بندی دراصل بہتر منصوبہ بندی کا نام ہے اور اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے اس حوالے سے فیصلہ کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ حمل ٹھہر جانے کے بعد اسے ضائع کرنا اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وسائل کا درست اور مؤثر استعمال بھی نہایت ضروری ہے۔ چین اور جاپان کی مثال ہمارے سامنے ہے، جہاں آبادی بہت زیادہ ہونے کے باوجود افرادی قوت کو علم، تعلیم، ہنر اور جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کر کے قومی خوشحالی اور ملکی ترقی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ ہمیں بھی اپنے قدرتی وسائل کو دانشمندی سے بروئے کار لانا، ان کے ضیاع کو روکنا اور مؤثر منصوبہ بندی اختیار کرنا ہوگی۔ اگر پانی کے تحفظ پر توجہ دی جائے تو پانی کی قلت پر کافی حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح پاکستان ایک زرعی ملک ہے، لہٰذا زراعت کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنے اور صنعتوں کے فروغ سے ملک وقوم کی خوشحالی کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔

☆ ہمارے ہاں اصل مسئلہ وسائل کی کمی نہیں، بلکہ ان کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ سب سے بڑی خرابی

یہ ہے کہ جو شخص جس ذمے داری اور مقام کا اہل ہے، وہ وہاں موجود نہیں۔ وسائل تو وافر ہیں، مگر عدل وانصاف کا فقدان ہے۔ درحقیقت کسی چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھنا ہی عدل کہلاتا ہے۔ اگر معاشرے میں عدل وانصاف قائم کر دیا جائے تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے اور ہر چیز اپنی درست جگہ پر آ جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسائل ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ آبادی کم ہو یا زیادہ، یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، اصل ضرورت وسائل کی منصفانہ تقسیم، دیانت دارانہ طرزِ حکمرانی اور انصاف کے نظام کو مضبوط بنانے کی ہے۔

☆ آبادی کو کنٹرول کرنے کے بجائے ہمیں اپنی نوجوان نسل کی تعلیم، تربیت اور ہنرمندی پر توجہ دینی چاہیے۔ خصوصاً انہیں جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کیا جائے، تاکہ وہ ملکی ترقی میں کردار ادا کر سکیں۔ آج پاکستان کی معیشت میں بیرونِ ملک مقیم پاکستانیوں کی جانب سے بھیجی جانے والی ترسیلاتِ زر کا اہم حصہ ہے۔ کوریا سمیت کئی ممالک میں ہمارے ہنرمند افراد اپنی صلاحیتوں کے ذریعے نہ صرف روزگار حاصل کر رہے ہیں، بلکہ ملک کے لیے قیمتی زرمبادلہ بھی کما رہے ہیں۔ اس لیے آبادی کو بوجھ سمجھنے کے بجائے اسے ایک قیمتی افرادی قوت کے طور پر تیار کیا جائے، تاکہ وہ ملکی وسائل سے بھرپور استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں اپنی خدمات انجام دے کر پاکستان کی معیشت کو بھی مضبوط بنا سکے۔

☆ **نغمہ گل صاحبہ نے اپنا کلام پیش کیا:**

مہنگائی نے ہر چہرے کی مسکان چھین لی
خوشیوں کی جگہ فکر نے ہر راہ چُن لی
روٹی بھی اب آسانی سے نصیب نہیں ہوتی
ہر نئی صبح ایک نئی آزمائش ہوتی
جیب خالی ہو تو خواب بھی روٹھ جاتے ہیں
اُمید مگر دل سے کبھی جانے نہ دینا
یہ وقت بھی آخر ایک دن گزر جائے گا
صبر کر نیوالا پھر ضرور مسکرائے گا

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/اسلام آباد) اجلاس

ہمدرد شوریٰ (راولپنڈی/اسلام آباد) کے اجلاس میں محترم امتیاز حیدر (اسپیکر)، محترم ڈاکٹر فرحت عباس، محترم نعیم اکرم قریشی، محترمہ سلمیٰ قاصر، محترم طارق شاہین، محترم حکیم بشیر بھیروی، محترم پروفیسر زاہد علی قریشی، محترم تنویر نصرت، محترم ڈاکٹر نعمان احمد خان، محترم انجینئر مظفر اقبال، محترم ڈاکٹر محمود الرحمٰن، محترم پروفیسر اقبال اور ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان (راولپنڈی/اسلام آباد) سے محترم امان اللہ نیازی نے شرکت کی۔ محترم اسپیکر نے اجلاس کی کاروائی کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے اپنے ابتدائی کلمات میں کہا کہ آج کا عنوان انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور محدود ہوتے قدرتی وسائل ہماری قومی ترقی، معاشی استحکام اور آئندہ نسلوں کے مستقبل کے لیے ایک سنگین چیلنج بن چکے ہیں۔ اگر آج اس مسئلے پر سنجیدگی سے توجہ نہ دی گئی تو آنے والے برسوں میں خوراک، پانی، روزگار، صحت، تعلیم اور توانائی جیسے بنیادی شعبوں میں بحران مزید شدت اختیار کر جائیں گے۔ پاکستان دنیا کے سب سے زیادہ آبادی والے ممالک میں شامل ہے، جبکہ آبادی میں اضافے کی شرح خطے کے بیشتر ممالک سے زیادہ ہے۔ آبادی میں مسلسل اضافے کے مقابلے میں ہمارے معاشی اور قدرتی وسائل اسی رفتار سے نہیں بڑھ رہے جس کے باعث وسائل اور ضروریات کے درمیان عدم توازن پیدا ہو رہا ہے۔

موضوع کا تفصیلی جائزہ اور تبادلہ ٔ خیال کے بعد فاضل اراکین شوریٰ کی آراء سے مندرجہ ذیل نکات مرتب کیے گئے۔

☆ پاکستان میں وسائل کی کمی نہیں ہے، لیکن وسائل کو غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ آج کے مفکرین اور ماہرین ''پائیدار ترقی'' کی بات کرتے ہیں یعنی وسائل کا ایسا استعمال جو ہماری ضرورت بھی پوری کرے اور آنے والی نسلوں کا حق بھی نہ مارے۔ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں اپنی آبادی کو تعلیم اور ہنر دے کر ''انسانی سرمایہ'' بناتی ہیں، جب کہ ہمارے ہاں ایک ایسی بھیڑ تیار ہو رہی ہے جو دھرتی سے لیتی تو سب کچھ ہے، مگر بدلے میں اسے کچھ دے نہیں پاتی۔ ہمیں اپنی آبادی کو ''معاشی بوجھ'' بنانے کی بجائے ''پیداواری قوت'' میں بدلنا ہوگا۔ جب پاؤں پھیلانے کے لیے چادر چھوٹی ہو جائے تو دانشمندی یہ نہیں ہوتی کہ چادر کو کھینچ کر پھاڑ دیا جائے، بلکہ عقل مندی یہ ہے کہ پاؤں کو حد میں رکھا جائے۔ اگر آج بھی ہم نے غفلت کی چادر نہ اتاری تو کل ہماری آنے والی نسلیں پینے کے پانی کی ایک ایک بوند اور اناج کے ایک

ایک دانے کے لیے ترسیں گی وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ہوش کے ناخن لیں وسائل کے ضیاع کو روکیں اور آبادی کے اس بے ہنگم طوفان کو روکنے کے لیے انفرادی اور اجتماعی سطح پر شعور بیدار کریں۔ہمیں چاہیے کہ ہم محض ایک ہجوم کا حصہ بننے کے بجائے اس ملک کے لیے ایک کار آمد اور باوقار اثاثہ بنیں۔

☆ہمدرد شوریٰ بڑھتی ہوئی آبادی سے جنم لینے والے مسائل کے حل کے لیے سرگرم عمل ہے۔ہر صوبے کا اپنا اختیار ہے وسائل کو صحیح سمت میں استعمال کریں گے تو کبھی بھی وسائل میں کمی نہیں ہوگی۔تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی قومی وسائل اور معیشت پر تیزی سے اثر انداز ہورہی ہے اس مسئلے کا حل ہر حکومت کے لیے ایک چیلنج ہے۔ آبادی کی منصوبہ بندی کو قومی دھارے میں لانے کی ضرورت ہے۔ایک مذہبی طبقہ ایسا ہے جو کہ بچوں کی پیدائش میں وقفہ یا منصوبہ بندی کا مخالف ہے اس اہم قومی مسئلہ کے حل کے علاوہ اس سلسلے میں بھی رائے عامہ ہموار کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں دستیاب وسائل اور آبادی میں ایک حقیقت پسندانہ توازن ہی ترقی کا ضامن ہوسکتا ہے۔

☆اکیسویں صدی میں کسی بھی ریاست کی ترقی کا انحصار صرف قدرتی وسائل کی فراوانی پر نہیں، بلکہ ان وسائل کے دانشمندانہ انتظام، انسانی سرمائے کی تیاری اور مؤثر حکمرانی پر ہے۔آبادی میں تیز رفتار اضافہ بذاتِ خود مسئلہ نہیں، لیکن جب اس رفتار کے مقابلے میں معیشت ،تعلیم، صحت، انفراسٹرکچر، روزگار اور وسائل کی منصوبہ بندی نہ ہوتو یہی آبادی قومی ترقی کی قوت بننے کی بجائے سماجی اور معاشی دباؤ کا سبب بن جاتی ہے۔ پاکستان کو بھی اسی نوعیت کے ایک پیچیدہ چیلنج کا سامنا ہے جہاں مسئلہ صرف وسائل کی قلت نہیں، بلکہ وسائل کی غیر مساوی تقسیم، ناقص منصوبہ بندی اورکمزور ادارہ جاتی صلاحیت بھی ہے۔اس صورتِ حال سے نکلنے کے لیے جذباتی نعروں کی بجائے عملی ،طویل المدت اور قابلِ نفاذ حکمت عملی ضروری ہے۔سب سے پہلے قومی سطح پرآبادی اور معاشی منصوبہ بندی کو ایک دوسرے سے جوڑنا ہو گا۔وسائل کے مؤثر استعمال کے لیے زرعی شعبے میں بنیادی اصلاحات ناگزیر ہیں۔پاکستان میں پانی کی بڑی مقدار غیر مؤثر آبپاشی کے طریقوں، بوسیدہ نہری نظام اور ناقص انتظام کی نذر ہو جاتی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ بجلی اور ایندھن کی طلب مسلسل بڑھ رہی ہے،لیکن درآمدی ایندھن پر انحصار معیشت کو غیر مستحکم بناتا ہے۔شمسی، ہوائی اور دیگر قابلِ تجدید ذرائع کو صرف متبادل نہیں، بلکہ مرکزی توانائی پالیسی کا حصہ بنایا جانا چاہیے۔ خاندانی بہبود کے پروگراموں کو بھی محض طبّی مسئلہ سمجھنے کی بجائے سماجی اور معاشی ترقی کا حصہ بنایا جانا چاہیےعوام میں یہ شعور اجاگر کرنا ضروری ہے کہ متوازن خاندانی منصوبہ بندی والدین اور بچوں دونوں کے بہتر مستقبل سے وابستہ ہے اس ضمن میں مذہبی رہنماؤں، اساتذہ ،صحت کے کارکنوں اور ذرائع ابلاغ کو ذمے دارانہ کردار ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ وسائل کے تحفظ میں صرف حکومت ہی نہیں بلکہ شہری بھی برابر کے شریک ہیں۔پانی ،بجلی ،خوراک اور دیگر اشیائے ضروریہ کے استعمال میں کفایت شعاری کو سماجی روّیے کا حصہ بنانا ہوگا۔اگر سائنسی منصوبہ بندی، مؤثر انتظام، وسائل کے منصفانہ استعمال، جدید ٹیکنالوجی اور ذمے دار شہری طرزِ عمل کو یکجا کرلیا جائے تو پاکستان نہ صرف اس چیلنج پر قابو پاسکتا ہے، بلکہ اپنی نوجوان آبادی کو معاشی ترقی اور قومی استحکام کا سب سے بڑا سرمایہ بھی بنا سکتا ہے۔یہی وہ راستہ ہے جو وسائل کی کمی کو بحران کے بجائے بہتر حکمرانی اور پائیدار ترقی کی ایک نئی جہت میں تبدیل کرسکتا ہے۔

☆ہمارا بہ حیثیت مسلمان ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس دنیا کے نظام کو چلا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار وسائل سے نوازا ہے۔ یہاں وسائل کی کمی نہیں، بلکہ ان کا صحیح استعمال نہ ہونا اصل مسئلہ ہے۔آبادی کی شرح بتدریج بڑھ رہی ہے غیر متوازن شرح پیدائش اور دستیاب وسائل کے درمیان عدم توازن اسے نقصان دہ بنا رہا ہے جب آبادی وسائل (جیسے پانی،خوراک اور روزگار) سے زیادہ ہو جائے تو یہ معاشی اور معاشرتی بحران پیدا کرتی ہے۔عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی آبادی اور کم ہوتے وسائل کی وجہ سے سامنے آنے والی مشکلات اور چیلنجز سے نمٹنے کے لیے عوام میں شعور اور آگاہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے ایک تہائی کے قریب آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے، جب کہ نصف کے قریب غذائی قلت کا شکار ہے۔پاکستان کی آبادی کا ایک بڑا حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے ان نوجوانوں کو صحت مند سرگرمیوں اور تعلیم کے حصول کی طرف راغب کیا جائے تو ملکی ترقی میں

ان کا کردار بہت اہم ہوسکتا ہے ۔اس کے علاوہ ملکی وسائل کی منصفانہ تقسیم اور بہتر استعمال سے معیارِ زندگی بلند ہونے کی امیدیں پیدا ہوں گی اور پاکستان کے ہر طبقے کو بنیادی سہولتوں جیسے پینے کے صاف پانی ،تعلیم، صحت، مناسب خوراک، رہائش ،ذرائع آمدورفت اور نکاسی آب وغیرہ کی دستیابی ممکن ہوگی، تاہم اس کے لیے ابھی سے انقلابی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

☆بڑھتی ہوئی آبادی سے مسائل کا سامنا واقعی ہمارے لیے ایک لمحۂ فکریہ ہے آبادی میں کمی کے لیے مختلف سینٹرز قائم کیے گئے ،لیکن ان سے بھی کوئی خاطر خواہ کمی نہیں آئی۔وزارتِ خزانہ کو وسائل پیدا کرنے کے لیے طویل المدتی منصوبے متعارف کرانا ہوں گے۔اپنی حالت آپ بدلنے کے لیے قوموں کی اپنی ذمے داری بھی ہوتی ہے۔معاشی ناانصافی کو ختم کیا جائے اور نئی نسل کے لیے تعلیم ، ہنر، سادگی، محنت اور کفایت شعاری کو فروغ دیا جائے۔محکمہ بہبودِ آبادی کو از سرِ نو فعال کیا جائے نیشنل پاپولیشن کونسل کو اس معاملے میں اپنا فعال کردار ادا کرنا ہوگا اس کونسل کا بنیادی مقصد ملک میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی پر قابو پانے کے لیے مؤثر اور پائیدار قومی پالیسی مرتب کرنا، اس پر عملدرآمد کی نگرانی کرنا اور وفاقی وصوبائی حکومتوں کے درمیان مؤثر ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔

☆اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ'' آج میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کیا'' ہمارے ہاں وسائل کی کمی نہیں ہے اس لامحدود خزانے سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہمیں شکر گزاری اور محنت کا راستہ اپنانے کی ضرورت ہے جب ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں تو وہ مزید وسائل اور برکتیں عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل، صحت اور وقت جیسی انمول نعمتیں عطا کی ہیں یہ سب سے بڑے وسائل ہیں ہم ان کا مثبت استعمال کر کے اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتے ہیں ۔تعلیم یافتہ معاشرے وسائل کی قدر کرتے ہیں اس سے خاندان کا سائز مناسب رکھنے میں مدد ملتی ہے۔لوگوں کو ہنر سکھا کر بہتر روزگار کے مواقع فراہم کرنے چاہییں تاکہ وہ اپنے خاندان کی بہتر دیکھ بھال کر سکیں ۔اگر وسائل کی تقسیم منصفانہ ہوتو غربت کی شرح میں کافی کمی لائی جاسکتی ہے۔

☆دورِ حاضر میں بڑھتی ہوئی آبادی میں وسائل پر انحصار کرنا بے وقوفی ہے سب سے پہلے آبادی کو کنٹرول کرنا ہوگا غیر ضروری افزائش کے لیے روک تھام کی جانی چاہیے ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی آگاہی دی جارہی ہے۔حدیث میں ہے کہ ''اگر قیامت قائم ہو رہی ہو تو ایک پودا بھی ہاتھ میں ہے تو لگا دینا وہ آپ کے لیے صدقۂ جاریہ بن جائے گا'' دنیاوی ترقی میں کہیں زندگی پر آسائش ہے اور کہیں آزمائش، چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے جائیں اگر یہی حال رہا تو آبادی میں خاطر خواہ اضافہ ہوجائے گا1951ء سے 2015ء تک 439% اضافہ آبادی میں ہوا ۔جب آبادی میں اضافہ ہوگا تو بے روزگاری بھی بڑھے گی۔غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق آبادی 25 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کے استعمال سے لاعلمی اور طلبہ وطالبات کی ایسے انسٹرومنٹ میں غیر معمولی دلچسپی کرپشن میں اضافہ کا موجب بن رہی ہیں ۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے چیلنج کو انسانی ترقی اور معاشی خوشحالی کے مواقع میں بدلنا ہوگا، کیوں کہ آبادی میں توازن اور انسانی وسائل کی مؤثر ترقی کو قومی ترجیح بنائے بغیر پائیدار ترقی، معاشی استحکام اور خوشحال پاکستان کا خواب مکمل نہیں ہوسکتا۔

☆پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ آبادی ہے، کیوں کہ یہی مسئلہ ہر دوسرے بحران کو کئی گنا بڑھا دیتا ہے ۔اگر آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہو اور ریاست کی تعلیمی، معاشی، طبی اور انتظامی صلاحیت اسی رفتار سے نہ بڑھے تو پھر ترقی کے تمام دعوے کمزور پڑ جاتے ہیں۔بے شک انسان ہی کسی ملک کا اصل سرمایہ ہوتے ہیں بڑی آبادی اگر تعلیم یافتہ، صحت مند، ہنرمند اور پیداواری ہو تو وہ کسی ملک کو عالمی طاقت بنا سکتی ہے، مگر آبادی اس وقت قوت بنتی ہے جب ریاست ہر بچے کو تعلیم، صحت، خوراک، تحفظ اور بہتر مستقبل کا موقع دے سکے۔ اگر کروڑوں بچے اسکول سے باہر ہوں، لاکھوں بچے کم عمری میں مزدوری کر رہے ہوں، مائیں صحت کی سہولتوں سے محروم ہوں، نوجوان بے روزگار ہوں اور خاندانوں کی آمدنی محدود ہو تو پھر آبادی نعمت کے بجائے قومی بوجھ بن جاتی ہے۔اگر ہم اپنی آبادی کو منصوبہ بندی، تعلیم، صحت ، ہنر اور روزگار کے ذریعے انسانی سرمایہ بنادیں تو پاکستان کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

☆ہمیں قدرتی وسائل کو ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہیے جیسے پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

ہمیں پانی کی کمی سے بچنے کے لیے ڈیم بنانے چاہییں اس سے پانی بھی محفوظ ہو گا اور بجلی کی پیداوار بھی بڑھے گی۔ وسائل کا صحیح استعمال اور بچت کرنا بہت ضروری ہے شمسی توانائی جیسے متبادل ذرائع کا استعمال بڑھانا ہو گا۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا میں ہر سال تقریباً 8 کروڑ سے زائد افراد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ملک کو پائیدار ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے تیزی سے بڑھتی آبادی کو ہنرمند اور کاروباری افرادی قوت میں بدلنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ تعمیر و ترقی صرف آبادی کے حجم سے نہیں بلکہ انسانی صلاحیتوں کے درست استعمال سے مشروط ہے۔ اگر نوجوانوں کو مواقع، امید اور اختیار دیا جائے تو وہ نہ صرف اپنی زندگیاں بہتر بنا سکتے ہیں، بلکہ ایک مضبوط، خوشحال اور پائیدار معاشرے کی بنیاد بھی رکھ سکتے ہیں۔

☆ ہم ایک ایسے ہولناک دور سے گزر رہے ہیں جہاں آبادی تو دوگنی ہو رہی ہے، مگر پانی، اناج اور زمین جیسے محدود وسائل کو ختم کرتے جا رہے ہیں۔ جہاں کبھی دھرتی شاداب تھی اور لہلہاتے ہوئے کھیت انسان کے جینے کے لیے اناج مہیا کرتے تھے آج وہاں سیمنٹ کے بے روح اور سرد جنگل کھڑے ہیں، ہم زمین کو سکیڑ رہے ہیں اور آبادی کو پھیلا رہے ہیں پینے کا صاف پانی اب کم یاب ہو چکا ہے، اسپتالوں میں مریضوں کی لامتناہی قطاریں ہیں اور اسکولوں میں بچوں کے لیے جگہ کم پڑ رہی ہے اگر ہم نے آج اپنی ترجیحات درست نہ کیں تو وسائل کی یہ کمی کل ایک سنگین سماجی المیے کو جنم دے گی۔

☆ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ آبادی والے دس ممالک میں پاکستان کا چھٹا نمبر ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی مختلف سماجی برائیوں کا باعث بھی بنتی جا رہی ہے جن میں کم عمر میں شادیاں، بے روزگاری، ناخواندگی میں اضافہ، چائلڈ لیبر، دہشت گردی اور بچوں کا استحصال وغیرہ شامل ہے اگر ہم اپنے ملکی مسائل کا بغور جائزہ لیں تو بڑھتی ہوئی بے ہنگم آبادی ملکی وسائل بلخصوص محدود قدرتی وسائل پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ پاکستان پانی کی کمی سے متاثرہ دنیا کے تین ممالک میں سرِ فہرست ہے۔ آبادی کے پھیلاؤ سے زرعی زمینیں تیزی سے ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہیں۔ قدرتی طور پر کرہ ارض پر خاطر خواہ وسائل موجود ہیں جن سے انسانی زندگی بہتر انداز میں بسر ہو سکتی ہے، لیکن اگر ان وسائل پر طاقتور قابض رہیں گے تو بہت سارے طبقات محروم رہ جائیں گے۔ آبادی میں اضافہ روکنے کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کرنا ہو گی وگرنہ صحت، تعلیم اور روزگار سمیت ملکی معیشت کو مضبوط بنانے کے اہداف کا حصول مشکل ہو جائے گا۔

☆ محترم اسپیکر نے ارکانِ شوریٰ کے نہایت ہی مدلّل دلائل سننے کے بعد موضوع کا احاطہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمدرد شوریٰ جیسے علمی اور فکری فورمز کی ذمے داری ہے کہ وہ آبادی، وسائل اور قومی ترقی جیسے اہم موضوعات پر ایک متوازن، سائنسی اور سماجی بیانیہ تشکیل دیں، تاکہ عوام، پالیسی ساز اور نوجوان نسل اس مسئلے کی سنگینی کو سمجھ سکیں۔ اگر آج ہم دانشمندانہ منصوبہ بندی، مؤثر پالیسی اور اجتماعی شعور کے ذریعے آبادی اور وسائل میں توازن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پاکستان نہ صرف اپنے موجودہ مسائل پر قابو پا سکتا ہے، بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک خوشحال، مضبوط اور پائیدار مستقبل کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔ یہی وقت ہے کہ ہم آبادی کو صرف تعداد کے تناظر میں نہیں، بلکہ قومی ترقی اور انسانی سرمائے کے تناظر میں دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمے داریوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ہمدرد شوریٰ (لاہور) اجلاس

ہمدرد شوریٰ لاہور کے اجلاس میں محترم پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم (اسپیکر)، محترم عمر ظہیر میر (ڈپٹی اسپیکر)، محترم قیوم نظامی، محترم پروفیسر نصیر چوہدری، محترم رانا امیر احمد خان، محترم احمد اویس، محترمہ خالدہ جمیل چوہدری، محترم حکیم راحت نسیم، محترم عثمان غنی، محترم کاشف ادیب جاودانی، محترم انجم نثار صدیقی، پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود عطا، جب کہ مبصرین میں محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد پراچہ، محترم ڈاکٹر حافظ یاسر معراج، محترم محمد انور گوندل، محترم پروفیسر مشکور اے صدیقی، محترمہ ڈاکٹر پروین خان، محترمہ ڈاکٹر بشریٰ مجاہد، محترم انجینئر محمد آصف، محترم محمد زبیر اسماعیل، محترم ایئر وائس مارشل انور محمود خان، محترم محمد نصیر الحق ہاشمی، قاری محمد فاروق اکرم (تلاوتِ کلامِ پاک)، (حافظ حکیم مرغوب احمد ہمدانی (نعتیہ کلام) اور ہمدرد فاؤنڈیشن کی جانب سے محترم سید علی بخاری (ڈپٹی ڈائریکٹر پروگرامز، لاہور) نے شرکت کی۔ خصوصی شرکاء بیگم ذکیہ شاہ نواز (ممبر صوبائی اسمبلی و

سابق صوبائی وزیر برائے بہبودِ آبادی) محترم کاشف منظور (ڈائریکٹر جنرل پنجاب پبلک لائبریریز) شامل تھے۔
خصوصی مہمان نے اپنی کلیدی خطاب میں فرمایا کہ پاکستان ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں بڑھتی ہوئی آبادی، محدود قدرتی وسائل اور کمزور منصوبہ بندی مستقبل کے لیے بڑے چیلنجز بن چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آبادی کسی بھی ملک کا سب سے قیمتی انسانی سرمایہ ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ علم وشعور، صحت، روزگار، خوراک، پانی، توانائی اور رہائش کی مؤثر منصوبہ بندی نہ کی جائے تو یہی آبادی معاشی، سماجی اور انتظامی مسائل میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ شرکاء نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کا اصل مسئلہ صرف آبادی میں اضافہ نہیں، بلکہ وسائل کا غیر مؤثر استعمال، ناقص منصوبہ بندی، انسانی وسائل میں ناکافی سرمایہ کاری، تعلیم اور ہنر کی کمی، پانی وتوانائی کے بحران اور زرعی شعبے کی کمزور کارکردگی بھی ہیں۔ اگر یہی آبادی تعلیم یافتہ، صحت منداور ہنرمند ہوتو وہ ملک کی سب سے بڑی معاشی طاقت بن سکتی ہے۔
اجلاس میں اس امر پر بھی اتفاق کیا گیا کہ پانی، خوراک، توانائی، صحت، تعلیم اور روزگار جیسے شعبے پہلے ہی شدید دباؤ کا شکار ہیں، اس لیے ان شعبوں کی استعداد بڑھائے بغیر پائیدار ترقی کا حصول ممکن نہیں۔ مقررین نے کہا کہ محض آبادی کو بوجھ قرار دینا درست نہیں، بلکہ نوجوانوں کو معیاری تعلیم، فنی تربیت اور روزگار فراہم کرکے انہیں قومی ترقی کا مؤثر ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔ اجلاس میں عالمی تجربات کا حوالہ دیتے ہوئے چین، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کی مثالیں پیش کی گئیں۔ مقررین نے کہا کہ ترقی صرف شرحِ آبادی کم کرنے سے نہیں بلکہ بہتر قیادت، مستقل پالیسیوں، مؤثر حکمرانی، جدید منصوبہ بندی اور انسانی صلاحیتوں سے بھرپور استفادے سے حاصل ہوتی ہے۔ مصنوعی ذہانت (AI) اور ڈیجیٹل معیشت کے تناظر میں بھی اس بات پر زور دیا گیا کہ مستقبل میں نئی مہارتوں کی اہمیت مزید بڑھے گی، اس لیے پاکستان کو اپنے نوجوانوں کو جدید علوم اور ٹیکنالوجی سے آراستہ کرنا ہوگا۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے اسپیکر پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم نے کہا کہ آبادی کے مسئلے کو صرف تعداد کے پیمانے سے نہیں، بلکہ انسانی وسائل اور قدرتی وسائل کے درمیان توازن کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اعتدال، وسائل کے دانشمندانہ استعمال اور انسانی وقار کا درس دیتا ہے۔ قرآن کریم اسراف سے منع کرتا ہے، جب کہ اولاد کے رزق کے بارے میں مایوسی کی بھی حوصلہ شکنی کرتا ہے، لہٰذا اسلامی تعلیمات متوازن اور ذمے دارانہ طرزِ عمل کی رہنمائی کرتی ہیں۔ انہوں نے برطانوی ماہرِ معاشیات تھامس رابرٹ مالتھس کے نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اگرچہ مالتھس نے وسائل کی محدودیت کی نشاندہی کی تھی، تاہم جدید زرعی انقلاب، صنعتی ترقی اور ٹیکنالوجی نے یہ ثابت کیا کہ اگر منصوبہ بندی مؤثر ہوتو بڑھتی ہوئی آبادی بھی قومی ترقی میں مثبت کردار ادا کرسکتی ہے۔
اجلاس کے شرکاء نے اس عزم کا اظہار کیا کہ اگر پاکستان علم، تحقیق، مہارت، انصاف، مؤثر حکمرانی اور قدرتی وسائل کے دانشمندانہ استعمال کو قومی پالیسی کا محور بنالے تو بڑھتی ہوئی آبادی مسئلہ نہیں، بلکہ قومی طاقت، معاشی استحکام اور پائیدار ترقی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ شرکاء نے اس امر پر بھی زور دیا کہ آبادی اور وسائل کے مسئلے کو سیاسی یا نظریاتی اختلافات سے بالاتر ہوکر قومی بقا، انسانی ترقی اور آنے والی نسلوں کے محفوظ مستقبل کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے، کیوں کہ آج کے درست فیصلے ہی کل کے مضبوط، خوشحال اور ترقی یافتہ پاکستان کی ضمانت ہیں۔
ہمدرد شوریٰ لاہور کے اجلاس میں شرکاء نے تفصیلی غور وخوض کے بعد درج ذیل سفارشات پیش کیں جن میں کہا گیا:
☆ وفاقی اور صوبائی سطح پر آبادی، تعلیم، صحت، خوراک، پانی، توانائی، روزگار اور ماحولیات کو یکجا کرتے ہوئے ایک جامع اور طویل المدتی قومی پالیسی تشکیل دی جائے۔
☆ ہر بچے کو معیاری تعلیم، بنیادی صحت، مناسب غذائیت اور ہنرمندی کے مساوی مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ قومی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرسکے۔
☆ فنی تعلیم، ووکیشنل ٹریننگ، مصنوعی ذہانت (AI)، ڈیجیٹل مہارتوں اور جدید ٹیکنالوجی کو قومی تعلیمی نظام کا بنیادی حصہ بنایا جائے۔
☆ خواتین کی تعلیم، صحت، معاشی خودمختاری اور خاندانی بہبود کے پروگراموں کو مزید مضبوط اور مؤثر بنایا جائے۔
☆ پانی کے تحفظ، نئے ڈیموں کی تعمیر، بارش سے حاصل ہونے والے پانی کو محفوظ بنانے، جدید

ہمدرد شوریٰ پاکستان کا اجلاس
جولائی 2026ء موضوع بحث:
بڑھتی ہوئی آبادی اور کم ہوتے وسائل: ایک لمحۂ فکریہ۔
تحریری طور پر موصول ہونے والی اراکینِ شوریٰ کی سفارشات اور تجاویز

جسٹس (ر) ضیاء پرویز
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

آبادی کا موضوع ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کی اہمیت سے کسی صورت انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ آبادی صرف ایک مسئلہ نہیں، بلکہ ایک بہت بڑا اثاثہ بھی ہے، جسے بہتر منصوبہ بندی اور درست استعمال کے ذریعے ملک کی ترقی کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

1980ء کی دہائی میں کیتھولک چرچ کی جانب سے آبادی کے حوالے سے ایک دلچسپ مطالعہ کیا گیا تھا۔ کیتھولک چرچ کا مؤقف بھی کچھ اسی نوعیت کا تھا کہ آبادی میں اضافہ ہونا چاہیے۔ اس تحقیق کے نتائج میں یہ بات سامنے آئی کہ جب آبادی کم تھی تو اس وقت وہ سہولیات موجود نہیں تھیں جو آج آبادی میں اضافے کے ساتھ پیدا ہوئی ہیں۔ آج ہم جن سہولیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، شاید ماضی کے بڑے بادشاہوں کو بھی وہ میسر نہیں تھیں۔ جدید ٹرانسپورٹ، مواصلات کے ذرائع اور دیگر سہولیات اسی لیے قائم اور مستحکم

☆اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وسائل کے اسراف سے اجتناب، اعتدال، کفایت شعاری اور ذمے دارانہ طرزِ عمل کو فروغ دیا جائے۔

☆ چین، بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کے کامیاب تجربات سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے انہیں پاکستان کے معاشرتی، معاشی اور ثقافتی حالات کے مطابق اپنایا جائے۔

☆ آبادی، وسائل اور پائیدار ترقی کے موضوع پر قومی سطح پر مسلسل مکالمے، تحقیق اور آگاہی مہمات کا اہتمام کیا جائے۔

☆ وفاقی اور صوبائی حکومتیں آبادی، وسائل اور انسانی ترقی کے اشاریوں کی سالانہ نگرانی کریں اور اس کی رپورٹ عوام اور پارلیمان کے سامنے پیش کریں۔

اجلاس اس امر پر زور دیتا ہے کہ پاکستان کا روشن مستقبل علم، مہارت، تحقیق، انصاف، مؤثر حکمرانی اور قدرتی وسائل کے دانشمندانہ استعمال سے وابستہ ہے۔ اگر انسانی وسائل کو قومی طاقت میں تبدیل کر دیا جائے افرادی قوت پاکستان کی خوشحالی، معاشی استحکام اور پائیدار ترقی کی ضامن بن سکتی ہے۔

آبپاشی کے نظام اور پانی کے ضیاع کی روک تھام کے لیے قومی سطح پر مؤثر اقدامات کیے جائیں۔

☆ زرعی تحقیق، جدید بیج، موسمیاتی تبدیلی سے ہم آہنگ کاشتکاری اور غذائی تحفظ پر خصوصی توجہ اور سرمایہ کاری کی جائے۔

☆ وسائل کے ضیاع، بدعنوانی اور ناقص حکمرانی کے خاتمے کے لیے شفاف، جوابدہ اور مؤثر نظامِ حکومت کو فروغ دیا جائے۔

☆ وسائل کی منصفانہ تقسیم، علاقائی مساوات اور پسماندہ علاقوں کی ترقی کو قومی منصوبہ بندی کا لازمی جزو بنایا جائے۔

☆ مردم شماری اور دیگر قومی اعداد و شمار کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ، درست اور قابلِ اعتماد بنایا جائے، تاکہ مؤثر پالیسی سازی ممکن ہو۔

☆ نوجوانوں کو روزگار کے قابل بنانے کے لیے صنعت، جامعات، تحقیقی اداروں اور تکنیکی مراکز کے درمیان مضبوط روابط استوار کیے جائیں۔

☆مصنوعی ذہانت، ڈیجیٹل معیشت اور ابھرتی ہوئی ٹیکنالوجیز سے فائدہ اٹھانے کے لیے قومی سطح پر مہارتوں کی ترقی کے پروگرام شروع کیے جائیں۔

☆شہری منصوبہ بندی، رہائش، ٹرانسپورٹ، ماحولیات اور بنیادی شہری سہولیات کو بڑھتی ہوئی آبادی کے مطابق جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔

☆ مذہبی رہنماؤں، تعلیمی اداروں، ذرائع ابلاغ، سول سوسائٹی اور نجی شعبے کو قومی شعور بیدار کرنے اور ذمے دارانہ طرزِ زندگی کے فروغ میں فعال کردار ادا کرنا چاہیے۔

ہیں کہ آبادی موجود ہے۔ اگر آبادی نہ ہوتو معاشی سرگرمیوں کا پورا نظام متاثر ہو جائے گا۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ آبادی کو بہتر انداز میں منظّم کیا جائے اور اس کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔ ہمارے پاس ایک بہت بڑا اثاثہ موجود ہے، لیکن کسی بھی دولت سے فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب اسے استعمال کرنے کا طریقہ آتا ہو۔

پاکستان کے پاس تقریباً 1500 کلومیٹر طویل ساحلی پٹی موجود ہے، لیکن ہم اس کے وسائل کو کتنا استعمال کر رہے ہیں؟ یہی صورتحال ہمارے اندرونی علاقوں میں موجود قدرتی وسائل کی بھی ہے۔ کیا ہم اسے درست حکمتِ عملی کے تحت بروئے کار لارہے ہیں؟

اگر کسی دولت کو استعمال کرنے کا ہنر نہ ہوتو وہ دولت ضائع ہو جاتی ہے۔ یہی معاملہ ہماری آبادی کا بھی ہے۔ اگر ہم اپنی انسانی قوت کو تعلیم، تربیت، صحت اور بہتر مواقع فراہم کریں تو یہی آبادی پاکستان کی سب سے بڑی طاقت اور ترقی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

انوارالحق صدیقی
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

پاکستان فیڈریشن آف چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹری (FPCCI) میں سماجی موضوعات پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے اور اس مقصد کے لیے ایک باقاعدہ شعبہ قائم ہے۔ اسی سلسلے میں آبادی کی منصوبہ بندی کے موضوع پر ایک ماڈل تیار کیا گیا تھا، جس کی بنیاد پر یہ تحریر مرتب کی گئی۔

سب سے پہلے اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ گزشتہ رات وزیراعظم پاکستان کی سربراہی میں نیشنل پاپولیشن کونسل آف پاکستان کے قیام کا اعلان کیا گیا ہے، جس کے شریک چیئرمین چیف آف آرمی اسٹاف جنرل ہوں گے۔ اس کونسل میں چاروں صوبوں، گلگت بلتستان، آزاد کشمیر اور متعلقہ وزارتوں کے نمائندگان شامل ہوں گے۔ یہ ایک اہم قدم ہے، کیوں کہ ماضی میں بھی آبادی کے حوالے سے کونسلز قائم ہوتی رہی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس بار اسے مؤثر انداز میں عملی اقدامات سے جوڑا جائے۔ اگر ہماری آواز اس کونسل تک پہنچے تو میری تجویز ہے کہ ہمیں بنگلہ دیش کے تجربے کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ 2001ء اور 2002ء میں بنگلہ دیش میں آبادی کے حوالے سے جو پروگرام شروع کیے گئے، وہ کامیاب ثابت ہوئے اور آج وہاں آبادی میں اضافے کی شرح میں نمایاں بہتری دیکھی جارہی ہے۔ سب سے اہم بات ذہن سازی کی ہے۔ جب تک ہم بحیثیت قوم یہ فیصلہ نہیں کریں گے کہ آبادی ہمارا نمبر ون مسئلہ ہے، اس وقت تک ہم اس کے لیے مطلوبہ وسائل، تربیت یافتہ افراد اور مؤثر منصوبہ بندی فراہم نہیں کرسکیں گے۔

ایک اہم مثال ''فلاح'' پروگرام کی ہے، جو پاکستان میں پاپولیشن کونسل آف پاکستان، بین الاقوامی معاون اداروں اور مقامی تنظیموں کے تعاون سے شروع کیا گیا تھا۔ یہ پانچ سالہ منصوبہ تھا، جس میں کم سہولیات والے اضلاع کو شامل کیا گیا۔ اس پروگرام کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ مذہبی رہنماؤں کو بھی اس عمل میں شامل کیا گیا۔

ہمارے علماء ہمارے معاشرے کا اہم حصہ ہیں، اس لیے انہیں احترام کے ساتھ شامل کرنا ضروری ہے۔ اس پروگرام میں مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کو مدعو کیا گیا اور انہیں سائنسی بنیادوں پر یہ سمجھایا گیا کہ بچوں کے درمیان مناسب وقفہ، خاندان کا حجم اور ماں و بچے کی صحت کے درمیان گہرا تعلق موجود ہے۔ اس پروگرام کے دوران ہزاروں ہیلتھ کیئر فراہم کرنے والوں، منیجرز اور میڈیکل کالجز کے اساتذہ کو تربیت دی گئی۔ یہ ایک ایسا پاکستانی ماڈل تھا جسے مزید بہتر بنا کر ملک کے دیگر حصوں میں بھی نافذ کیا جاسکتا ہے۔

دنیا کے کئی مسلم ممالک، جن میں مصر، اردن، ایران اور بنگلہ دیش شامل ہیں، وہاں بھی مذہبی رہنماؤں کے تعاون سے ایسے پروگرام کامیابی سے چلائے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اور صحت عامہ کے درمیان مثبت تعاون پیدا کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان کے لیے سب سے اہم عنصر ذہن کی تبدیلی ہے۔ اگر ہم بحیثیت قوم یہ طے کرلیں کہ آبادی کا مسئلہ ہماری اولین ترجیح ہے تو پھر ہم اس کے لیے مطلوبہ وسائل اور حکمتِ عملی بھی پیدا کرسکتے ہیں۔ اس تبدیلی میں خواتین کا کردار بنیادی ہے۔ آبادی اور خاندانی منصوبہ بندی کے معاملات میں خواتین کو مرکزِ نگاہ بنانا ہوگا۔ خواتین کی تعلیم، خواتین اساتذہ کی تعداد میں اضافہ، خواتین کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا اور انہیں معاشی طور پر بااختیار بنانا انتہائی ضروری ہے۔ پرائمری تعلیم کے شعبے میں خواتین اساتذہ کے کردار کو بڑھانا چاہیے،

کیوں کہ ایک تعلیم یافتہ خاتون نہ صرف اپنے خاندان، بلکہ پوری نسل کی تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔خواتین کی معاشی خودمختاری کے لیے روزگار کے مواقع، سماجی تحفظ اور بڑھاپے کے لیےتحفظاتی نظام جیسے اقدامات بھی ضروری ہیں۔ آبادی کا مسئلہ صرف حکومت یا کسی ایک طبقے کا مسئلہ نہیں، بلکہ ہر فرد کا مسئلہ ہے۔ جب تک بچے، خواتین، نوجوان اور معاشرے کے تمام طبقات اسے اپنی مشترکہ ذمے داری نہیں سمجھیں گے، تب تک ہم اس مسئلے کی اصل روح تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہمارے پاس کامیاب ماڈلز موجود ہیں، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم ان پر مؤثر انداز میں عمل درآمد کریں۔

انجینئر پرویز صادق
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

میری بیٹی کے گھر کام کرنے والی خاتون نے گزشتہ ماہ اپنا حمل ضائع کیا۔ اس کے بعد اس کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ وہ غیر تربیت یافتہ لوگوں کے پاس گئی، خون لگوانا پڑا اور اسے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ادارے اچھا کام کر رہے ہیں، اچھی باتیں اور مفید معلومات فراہم کر رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ معلومات عام اور غریب لوگوں تک کیسے پہنچیں گی؟
اگر مجھ جیسے پڑھے لکھے شخص کو یہ معلوم نہیں تھا کہ خاندانی منصوبہ بندی کی سہولیات مفت دستیاب ہیں، تو عام لوگوں تک یہ معلومات کیسے پہنچے گی؟ خواتین کو بھی اکثر درست رہنمائی نہیں ملتی۔ میری اہلیہ کے پاس بھی ایسی خواتین آتی ہیں جو مسائل بیان کرتی ہیں کہ حمل ٹھہر گیا ہے، اب کیا کریں، یا صحت سے متعلق مشکلات کا سامنا ہے۔ انہیں بروقت اور درست معلومات میسر نہیں ہوتیں۔ اصل مسئلہ یہی ہے کہ پالیسی سازی، منصوبہ بندی اور قوانین اپنی جگہ موجود ہیں، لیکن ان پر مؤثر عمل درآمد اور عوام تک رسائی کے درمیان ایک بڑا خلا موجود ہے۔
ضرورت اس بات کی ہے کہ اچھی پالیسیاں اور سہولیات صرف کاغذات تک محدود نہ رہیں، بلکہ عام آدمی، خصوصاً غریب اور کم تعلیم یافتہ طبقے تک عملی طور پر پہنچیں۔

ڈاکٹر سید امجد علی جعفری
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

آبادی کو متوازن رکھنے کے حوالے سے مذہب کا ایک اہم کردار ہے، جسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہم نے اکثر مذہبی پہلو کو ایک طرف رکھ کر صرف منصوبہ بندی کی بات کی، لیکن اس کی مؤثر عمل درآمد نچلی سطح تک نہیں پہنچ سکا، جس کی وجہ سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوسکے۔
مثلاً اگر مائیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلائیں تو ایک طویل عرصے میں آبادی کے بڑھنے کی رفتار میں نمایاں کمی آسکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر بچوں کو ابتدائی عمر سے ہی ڈبے کا دودھ یا متبادل غذائیں دی جائیں تو پیدائش کے وقفے کم ہوسکتے ہیں اور آبادی میں اضافے کی رفتار بڑھ سکتی ہے۔
اکثر کہا جاتا ہے کہ ہمارے پاس وسائل محدود ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم خود بھی اپنے وسائل پیدا کرسکتے ہیں۔ گھروں میں جہاں ممکن ہو وہاں پھل دار پودے اور درخت لگائے جائیں۔ بلدیاتی ادارے سڑکوں کے کناروں، شاہراہوں اور سرکاری مقامات پر موسمی لحاظ سے موزوں پھل دار درخت لگائیں۔ اس سے نہ صرف ماحول بہتر ہوگا، بلکہ روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں گے اور مستقبل میں وسائل میں اضافہ ہوگا۔
بچوں کی پیدائش کے حوالے سے بھی یہ ضروری ہے کہ خواتین میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ کم از کم تین سال کا وقفہ ماں اور بچے دونوں کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔ اگر گھر گھر جا کر خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے درست آگاہی فراہم کی جائے تو آبادی میں بتدریج توازن پیدا کیا جاسکتا ہے۔
میری ذاتی رائے میں ہماری منصوبہ بندی اکثر اچھی ہوتی ہے، لیکن اصل مسئلہ اس کے نفاذ میں پیش آتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں، جن میں عوامی شعور کی کمی بھی شامل ہے۔
دیہی علاقوں میں زیادہ آبادی کو بعض اوقات معاشی سہارا سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ زیادہ افراد کھیتوں میں کام کرسکتے ہیں اور خاندان کے لیے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی آبادی کے ساتھ وسائل، تعلیم، صحت اور رہائش کے مسائل بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں مسائل بہت زیادہ ہیں۔ کسی نہ کسی کو عملی اقدامات کا آغاز کرنا ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ مذہبی تعلیمات اور جدید سائنسی شعور دونوں کو ساتھ لے کر چلیں۔
اگر مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلائیں اور خاندانی منصوبہ بندی کے ماہرین گھر گھر جا کر یہ سمجھائیں کہ مقصد بچوں کی پیدائش کو روکنا نہیں، بلکہ

پیدائش میں مناسب وقفہ رکھنا ہے، تو اس کے مثبت نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے، لیکن انسان کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے وسائل، صحت اور مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی کرے۔

آبادی بڑھ رہی ہے اور اس کے ساتھ ضروریات بھی بڑھ رہی ہیں۔ روزگار کے مواقع تو پیدا ہو رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہر فرد کو مناسب رہائش، صحت، تعلیم اور باوقار زندگی کی سہولیات میسر آ رہی ہیں؟ خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع کو صرف ایک مذہبی یا غیر مذہبی بحث بنانے کے بجائے اسے صحت، تعلیم، معاشرتی بہتری اور عوامی فلاح کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ شعور، مکالمے اور درست رہنمائی کے ذریعے ہی ہم ایک متوازن اور خوشحال معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر نگار سجاد
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

عوام اور حکومت دونوں کو اپنی اپنی ذمے داریاں ادا کرنا ہوں گی، کیوں کہ متوازن اور خوشحال معاشرہ مشترکہ کوششوں سے ہی تشکیل پاتا ہے۔ اگر کسی ملک کے پاس بڑی تعداد میں نوجوان موجود ہوں تو یہ ایک بہت بڑی طاقت ثابت ہو سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوانوں کو معیاری تعلیم، جدید مہارتیں اور روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں، تاکہ وہ ملک کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ آج بہت سے نوجوان بہتر مواقع کی تلاش میں بیرونِ ملک جانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، جس سے برین ڈرین جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ملک کے اندر ہی تعلیم، تربیت اور روزگار کے مناسب مواقع فراہم کیے جائیں تو یہی نوجوان ملکی معیشت اور ترقی کا اہم ذریعہ بن سکتے ہیں۔ حکومت اور عوام دونوں کی ذمے داریاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی بہتر تربیت، تعلیم اور صحت پر توجہ دیں، جب کہ حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ ان بچوں کے لیے تعلیمی ادارے، روزگار کے مواقع اور فنی تربیت کے منصوبے فراہم کرے۔ صرف آبادی کو کم یا زیادہ کرنے کی بحث کافی نہیں، بلکہ اصل توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ موجودہ آبادی کو کس طرح باصلاحیت، تعلیم یافتہ اور پیداواری قوت بنایا جائے۔ ایک متوازن حکمتِ عملی کے ذریعے آبادی کو ملک کی ترقی کا ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر ریاض الحق
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

ماہرین کے مطابق دنیا کے موجودہ وسائل محدود ہیں اور اندازہ لگایا گیا ہے کہ کرۂ ارض کے قدرتی وسائل زیادہ سے زیادہ تقریباً 10 ارب افراد کی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دنیا کی آبادی مسلسل بڑھ رہی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ آبادی، وسائل اور مستقبل کی ضروریات کے درمیان توازن پیدا کیا جائے۔

آبادی کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے اہم پہلو عوامی شعور اور ذہنی تیاری کا ہے۔ خاص طور پر مذہبی حلقوں میں اس موضوع کو سمجھنے اور مثبت انداز میں قبول کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ بعض اوقات خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے غلط فہمیاں مزاحمت کا سبب بنتی ہیں۔

صحت کے شعبے سے وابستہ ہونے کی وجہ سے روزانہ بہت سے والدین سے ملاقات ہوتی ہے۔ اسپتالوں میں ہر ماہ بڑی تعداد میں بچوں کی پیدائش ہوتی ہے، جہاں والدین سے یہ بات کی جاتی ہے کہ ''بچے دو ہی اچھے'' کا تصور صرف تعداد تک محدود نہیں، بلکہ بچوں کی بہتر صحت، تعلیم، تربیت اور مستقبل کی سہولیات سے بھی تعلق رکھتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مذہبی اور سماجی حلقوں میں اس موضوع پر مثبت انداز میں آگاہی پیدا کی جائے۔ آبادی میں توازن کا مقصد کسی کی مذہبی یا سماجی اقدار کو نظرانداز کرنا نہیں، بلکہ خاندانوں کو بہتر صحت، بہتر معیارِ زندگی اور بچوں کے روشن مستقبل کے لیے رہنمائی فراہم کرنا ہے۔

اس سلسلے میں میڈیا کا کردار بھی انتہائی اہم ہے۔ بدقسمتی سے آبادی، صحت اور خاندانی منصوبہ بندی جیسے اہم موضوعات پر الیکٹرانک میڈیا، سرکاری ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا پر خاطر خواہ توجہ نظر نہیں آتی۔

آج سوشل میڈیا ایک ایسا طاقتور ذریعہ بن چکا ہے جس تک معاشرے کے ہر طبقے کی رسائی ہے۔ کم آمدنی والے افراد سے لے کر تعلیم یافتہ طبقے تک، تقریباً ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں سوشل میڈیا استعمال کر رہا ہے۔ اس پلیٹ فارم کو عوامی شعور اجاگر کرنے، صحت مند خاندانی رویوں کو فروغ دینے اور مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی کے لیے مؤثر انداز میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آبادی کے مسئلے کا حل صرف پالیسی سازی سے ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے مسلسل آگاہی، مثبت مکالمے اور معاشرے کے تمام طبقات کی شمولیت ضروری ہے۔ جب عوام، میڈیا، مذہبی رہنما اور حکومت مل کر کام کریں گے تو آبادی کو ایک چیلنج کے بجائے ترقی کے موقع میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

سید مظفر اعجاز
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا اصل مسئلہ صرف آبادی میں اضافہ ہے یا پھر وسائل کی منصفانہ تقسیم اور بہتر منصوبہ بندی کا فقدان بھی ایک بڑا سبب ہے؟ یہ حقیقت ہے کہ جو انسان دنیا میں آنے والا ہے، وہ اپنے وقت پر آتا ہے۔ کسی فرد کی آمد کا فیصلہ قدرت کے اختیار میں ہے، اس لیے صرف خوف کی بنیاد پر آبادی کو مسئلہ قرار دینا درست نہیں۔ ہمیں اس سوچ سے نکلنا ہوگا کہ بڑھتی ہوئی آبادی لازماً ایک بحران ہے، بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وسائل کی منصفانہ تقسیم، بہتر منصوبہ بندی اور مؤثر انتظام پر توجہ دی جائے۔ اکثر یہ خدشہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اگر آبادی اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو موجودہ وسائل ناکافی ہو جائیں گے، لیکن سوال یہ بھی ہے کہ حکومت ان بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کے مطابق کتنے نئے وسائل پیدا کر رہی ہے اور موجودہ وسائل کو کس طرح بہتر انداز میں استعمال کر رہی ہے؟ عوام اپنی ذمے داری پوری کر رہے ہیں، لیکن ریاست کی ذمے داری بھی اتنی ہی اہم ہے کہ وہ تعلیم، صحت، روزگار، رہائش اور دیگر بنیادی سہولیات کی منصوبہ بندی آبادی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کرے۔

اگر ہم پاکستان کے قیام کے وقت کی صورتحال کا جائزہ لیں تو 1947ء میں ملک کی آبادی تقریباً ساڑھے تین کروڑ تھی، جب کہ دونوں حصوں کو ملا کر مجموعی آبادی تقریباً سات کروڑ بنتی تھی۔ اس وقت وسائل بھی محدود تھے، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ملک کے وسائل میں بھی اضافہ ہوا۔ مسئلہ صرف وسائل کی کمی نہیں، بلکہ ان کے مؤثر استعمال اور درست انتظام کا بھی ہے۔ اس دور میں تعلیم عام نہیں تھی اور تمام بچوں کو یکساں تعلیمی سہولیات میسر نہیں تھیں، جس سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل کی ایک بڑی وجہ ہمیشہ سے منصوبہ بندی اور انتظامی کمزوریاں بھی رہی ہیں۔ آبادی کے عالمی دن کے موقع پر ہمیں صرف آبادی کے اعداد وشمار پر بحث کرنے کے بجائے ان بنیادی مسائل پر توجہ دینی چاہیے جو عوام کی زندگیوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ آبادی کو بوجھ سمجھنے کے بجائے اسے بہتر منصوبہ بندی کے ذریعے قومی طاقت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت مستقبل کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جامع منصوبہ بندی کرے۔ اگر شہروں میں آبادی کا دباؤ بڑھتا ہے تو نئے شہر آباد کیے جائیں، روزگار کے مواقع پیدا کیے جائیں اور بنیادی سہولیات میں اضافہ کیا جائے۔ آبادی کو روکنے کے بجائے بہتر انتظام، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور مؤثر حکمتِ عملی کے ذریعے اس چیلنج کو ترقی کے موقع میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اصل توجہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ موجودہ اور آنے والی نسلوں کو بہتر زندگی، تعلیم، صحت اور ترقی کے مواقع کیسے فراہم کیے جائیں۔

انجینئر سید ابن الحسن رضوی
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

معاشرے کے مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے اکثر ہم بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں اور بہت سی باتیں درست بھی ہوتی ہیں، مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم سچ بولنے سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ حقیقت بیان کرنے کی ہمت کم ہی لوگ کر پاتے ہیں، کیوں کہ سچ بعض اوقات تلخ ہوتا ہے۔

مسائل کے حل کے لیے صرف باتیں کافی نہیں، بلکہ عملی قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ قیادت وہی مؤثر ثابت ہوتی ہے جو مثال قائم کرے۔ کسی بھی تبدیلی کا آغاز ذہنی تبدیلی سے ہوتا ہے اور یہ تبدیلی ایسے افراد کے ذریعے آتی ہے جن کا کردار مضبوط ہو۔ اگر کسی فرد کا کردار کمزور ہو تو وہ معاشرے میں حقیقی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ تبدیلی کے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو کردار، دیانت اور عمل کے اعتبار سے دوسروں کے لیے مثال بن سکیں۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ صرف دولت، عہدہ یا طاقت کسی انسان کو بڑا نہیں بناتے۔ اگر ایک شخص کے پاس اربوں کی آمدنی ہو، کارخانے ہوں اور بے شمار وسائل ہوں، لیکن اس کی سوچ اور کردار میں بہتری نہ ہو تو وہ معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا نہیں کرسکتا۔ یکم جولائی 1970ء میں، میں ایک پروگرام میں اتفاقاً شریک ہوا، جہاں ون یونٹ کے خاتمے کی بات کی جارہی تھی۔ بعض لوگ

اسے ایک مخصوص زاویے سے دیکھ رہے تھے، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ ون یونٹ قائم کیوں کیا گیا اور اس کے پیچھے کیا عوامل تھے؟ تاریخ کو جذبات کے بجائے حقیقت کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ معاشروں کی ترقی کا راستہ صرف نعروں سے نہیں نکلتا، بلکہ ایک ایسی قیادت سے نکلتا ہے جو خود مثال بن کر لوگوں کی رہنمائی کرے۔ جب تک ذہن نہیں بدلے گا، حالات نہیں بدلیں گے۔ اور ذہنی تبدیلی ہمیشہ کردار رکھنے والی قیادت سے آتی ہے۔

ظفر اقبال
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

آبادی کا مسئلہ صرف اعداد و شمار کا مسئلہ نہیں، بلکہ اس کا تعلق تعلیم، تربیت، معاشی حالات اور سماجی شعور سے بھی ہے۔ اس معاملے میں مذہب، معاشرتی رویوں اور حکومتی پالیسیوں سب کا اہم کردار ہے۔ اگر کوئی شخص بڑی تعداد میں شادیاں کرتا ہے اور بچوں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے تو بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان بچوں کی پرورش، تعلیم اور تربیت کس طرح ممکن ہوگی؟ صرف تعداد بڑھانا کافی نہیں، بلکہ آنے والی نسلوں کے معیارِ زندگی اور کردار سازی پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔ آبادی کے مسئلے کو صرف عوام تک محدود نہیں کیا جاسکتا، بلکہ حکومت کی ذمے داری بھی بہت اہم ہے۔ حکومت کو اپنے غیر ضروری اخراجات کم کر کے عوام کی فلاح، تعلیم، صحت اور بنیادی سہولیات پر زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ لوگوں میں بنیادی شعور اور تعلیم کا فقدان ہو تو انہیں خاندانی منصوبہ بندی، صحت اور بہتر زندگی کے حوالے سے قائل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے معاملات میں محض حکم دینے کے بجائے آگاہی، تعلیم اور اعتماد پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ شہر کی آبادی میں اضافے کی ایک بڑی وجہ اندرونِ سندھ اور دیگر علاقوں سے روزگار کے لیے لوگوں کی آمد بھی ہے۔ بہت سے لوگ یہاں آکر روزگار حاصل کرتے ہیں، جس سے ان کے خاندانوں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ شہر کے وسائل، رہائش، تعلیم اور دیگر سہولیات پر دباؤ بھی بڑھتا ہے۔ مؤثر حکومتی پالیسیاں بنائی جائیں اور وسائل کو درست سمت میں استعمال کیا جائے تو آبادی کو ایک مسئلے کے بجائے انسانی سرمایہ بنایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر رضوانہ انصاری
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

منصوبہ سازی اپنی جگہ اہم ہے، لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ ہم کتنے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں، جب تک ہم ذہن سازی نہیں کریں گے، بہتری کی طرف نہیں آسکیں گے۔ اصل تبدیلی لوگوں کی سوچ، رویّوں اور ترجیحات میں تبدیلی سے آئے گی۔ ہم اکثر مختلف ممالک کی مثالیں دیتے ہیں، لیکن ہمیں سب سے پہلے اپنے خطے کے تجربات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ بنگلہ دیش، جو کبھی پاکستان کا حصہ تھا، اس کی مثال ہمارے لیے قابلِ غور ہے۔ ایک وقت تھا جب اس کی آبادی ہم سے زیادہ تھی، لیکن آج آبادی کے تناسب اور سماجی ترقی کے حوالے سے صورتحال مختلف ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کون سی حکمت عملی اختیار کی اور کن اقدامات سے نتائج حاصل کیے۔ بنگلہ دیش نے آبادی کے مسئلے پر کام کرتے ہوئے مذہبی رہنماؤں اور علما کو اعتماد میں لیا۔ انہیں آگاہ کیا گیا کہ اسلام صرف تعداد بڑھانے پر نہیں، بلکہ اچھی تربیت، بہتر معیارِ زندگی اور ذمے دار نسل کی تیاری پر بھی زور دیتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی مذہبی رہنماؤں کا کردار بہت اہم ہے، کیوں کہ لوگ ان کی بات سنتے اور سمجھتے ہیں۔ آبادی کے مسئلے کو صرف خواتین کا مسئلہ سمجھنا درست نہیں۔ اس میں مردوں کی سوچ اور کردار بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جب تک مردوں کی ذہن سازی نہیں ہوگی، صرف خواتین کو آگاہی دینا کافی نہیں ہوگا۔

خواتین کو تعلیم، ہنر اور معاشی خودمختاری فراہم کرنا ناگزیر ہے۔ ایک بااختیار عورت اپنے خاندان کے بہتر فیصلوں میں مؤثر کردار ادا کرسکتی ہے۔ جب عورت تعلیم یافتہ اور خودکفیل ہوگی تو وہ اپنی صحت، اپنے بچوں کی تعلیم اور خاندان کے مستقبل کے بارے میں بہتر فیصلے کر سکے گی۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بہت سی خواتین معاشی اور سماجی طور پر بے اختیار ہیں۔ جب انہیں خاندانی معاملات یا بچوں کی تعداد کے حوالے سے فیصلوں کا اختیار حاصل نہیں ہوتا تو مسائل مزید بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے خواتین کو بااختیار بنانا آبادی کے مسئلے کے حل کا بنیادی حصہ ہے۔ ہمیں یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ صرف بڑے شہروں میں سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کرنے سے تبدیلی نہیں آئے گی۔ اصل ضرورت ان علاقوں تک پہنچنے کی ہے جہاں

تعلیم اور صحت کی سہولیات کم ہیں۔ دیہی علاقوں کی خواتین تک درست معلومات، اعتماد اور احترام کے ساتھ پہنچنا ہوگا۔ لیڈی ہیلتھ ورکرز اور مقامی سطح پر کام کرنے والی خواتین کا کردار اس حوالے سے بہت اہم ہے۔ ماضی میں محلے کی سطح پر خواتین سے بہن اور پڑوسن کی حیثیت سے رابطہ کیا جاتا تھا، ان کے خدشات سنے جاتے تھے اور اعتماد کے ماحول میں رہنمائی کی جاتی تھی۔ یہی طریقہ آج بھی مؤثر ثابت ہوسکتا ہے۔ میڈیا اور سوشل میڈیا بھی اس حوالے سے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، لیکن اس کے لیے درست حکمت عملی ضروری ہے۔ آگاہی پیغامات درست وقت پر اور درست لوگوں تک پہنچنے چاہئیں، تاکہ ان کا حقیقی فائدہ حاصل ہو سکے۔

آبادی کا مسئلہ صرف تعداد کا مسئلہ نہیں، بلکہ تعلیم، صحت، شعور اور انسانی وقار کا مسئلہ ہے۔ جب ہم لوگوں کی سوچ بدلنے میں کامیاب ہوں گے تو ہمارے فیصلے بھی بہتر ہوں گے اور معاشرہ بھی ترقی کی طرف بڑھے گا۔

سینیٹر عبدالحسیب خان
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

آبادی کے مسئلے پر طویل عرصے سے گفتگو ہو رہی ہے، مگر میرے نزدیک اصل سوال یہ نہیں کہ بچوں کی تعداد کیوں بڑھ رہی ہے، بلکہ یہ ہے کہ ہم نے اس مسئلے کے بنیادی اسباب کو دور کرنے کے لیے عملی طور پر کیا اقدامات کیے ہیں۔

میں نے سینیٹ میں اپنے دورِ رکنیت کے دوران بارہا اس موضوع پر توجہ دلائی، مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی اور آبادی کے مؤثر انتظام سے متعلق معاملات کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔ اگر اس مقصد کے لیے وزارتیں، ادارے اور متعلقہ باڈیز موجود تھیں تو انہوں نے پارلیمان کے سامنے اپنی ضروریات، قانونی تقاضے اور عملی مشکلات واضح کیوں نہیں کیں؟ اگر قانون سازی درکار تھی تو اس کے لیے بروقت رہنمائی کیوں فراہم نہیں کی گئی؟

میں ایک مثال دینا چاہوں گا۔ ایک وقت تھا جب تھلیسیمیا سے متعلق کوئی مؤثر قانون موجود نہیں تھا۔ بے شمار خاندان اس بیماری کی وجہ سے شدید مشکلات کا شکار تھے، مگر کسی سطح پر سنجیدہ پیش رفت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایسے حالات میں، میں نے تنہا اس مسئلے پر قانون سازی کی کوشش کی، مسودہ تیار کیا، متعلقہ حکومتوں سے منظوری حاصل کی اور اسے وفاقی وصوبائی سطح پر پیش کیا۔ افسوس کہ آج بھی ان قوانین پر مطلوبہ انداز میں عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ اگر قانون موجود ہو، مگر اس پر عمل نہ ہو تو اس کا فائدہ عوام تک نہیں پہنچتا۔

آج بھی آبادی اسی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آگاہی مہمات کس حد تک مؤثر ثابت ہو رہی ہیں۔ اگر ہم جدید ذرائع ابلاغ، خصوصاً موبائل فون اور سوشل میڈیا کے ذریعے پیغامات پہنچا رہے ہیں تو ہمیں یہ بھی جانچنا ہوگا کہ وہ پیغام کس انداز میں عوام تک پہنچ رہا ہے، لوگ اسے سمجھ بھی رہے ہیں یا نہیں اور کیا اس کے نتیجے میں رویوں میں کوئی مثبت تبدیلی آ رہی ہے؟

ایک اور اہم پہلو قومی ترجیحات کا ہے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہ تعلیم اور صحت کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ اگر ان شعبوں کے لیے مختص وسائل مؤثر انداز میں خرچ نہ ہوں، تعلیمی ادارے بنیادی سہولیات سے محروم ہوں، اساتذہ کی کمی ہو اور انتظامی نظام کمزور ہو تو معاشرے میں مطلوبہ تبدیلی نہیں آ سکتی۔ ہمیں دیانت داری سے یہ جائزہ لینا ہوگا کہ بجٹ میں مختص کیے گئے وسائل واقعی عوام کی فلاح پر خرچ ہو رہے ہیں یا نہیں۔

ہم اکثر دوسرے ممالک کی مثالیں دیتے ہیں، لیکن اصل ضرورت یہ ہے کہ پاکستان کے حالات کو سامنے رکھ کر منصوبہ بندی کی جائے۔ غربت میں اضافے کی ایک بڑی وجہ وسائل کی کمی نہیں، بلکہ وسائل کا غیر مؤثر استعمال اور ناقص انتظام ہے۔

میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ ہماری زمین، معدنی ذخائر، پہاڑ، زراعت اور دیگر قدرتی نعمتیں بے شمار معاشی امکانات رکھتی ہیں۔ مسئلہ وسائل کی قلت نہیں، بلکہ ان سے صحیح معنوں میں فائدہ نہ اٹھانا ہے۔ اگر ہم اپنے معدنی ذخائر، خصوصاً ماربل اور دیگر قدرتی وسائل میں ویلیو ایڈیشن کریں، سرمایہ کاری کے لیے محفوظ ماحول فراہم کریں اور طویل المدتی منصوبہ بندی اختیار کریں تو ملکی معیشت میں نمایاں بہتری آ سکتی ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں پاکستان کے مختلف ادوار کو قریب سے دیکھا ہے اور میرا یہ یقین پہلے سے زیادہ مضبوط ہوا ہے کہ اس ملک میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم سنجیدہ منصوبہ بندی کریں، پالیسیوں پر تسلسل کے ساتھ

عمل درآمد کریں اور قومی وسائل کو عوام کی فلاح کے لیے استعمال کریں۔
جب ہم مؤثر منصوبہ بندی، بہتر تعلیم، مضبوط صحت کے نظام اور وسائل کے درست استعمال کو اپنی قومی ترجیحات بنالیں گے تو نہ صرف آبادی کے مسائل پر قابو پانا آسان ہوگا، بلکہ غربت میں بھی نمایاں کمی آئے گی اور پاکستان اپنی حقیقی معاشی صلاحیت کے مطابق ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے گا۔

سلطان احمد چاولہ
رکن ہمدرد شوریٰ، کراچی

مجھے اندازہ ہے کہ اس موضوع پر میری رائے بعض حلقوں کے لیے متنازع محسوس ہو سکتی ہے، لیکن میرا یقین ہے کہ قومی مسائل پر کھل کر بات ہونی چاہیے۔ آبادی کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے میرے نزدیک بنیادی سوال یہ نہیں کہ لوگوں کی تعداد کم کیسے کی جائے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس موجود انسانی وسائل کو زیادہ مؤثر اور پیداواری کیسے بنایا جائے۔
اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ وسائل محدود ہیں، لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان خود سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ دنیا کا کوئی بھی ملک اپنے قدرتی وسائل کو اس لیے زمین میں نہیں چھوڑ دیتا کہ اس کی ضرورت کم ہے۔ اگر کسی ملک کے پاس سونا، ہیرے، کوئلہ یا دیگر معدنی ذخائر موجود ہوں تو وہ اپنی پوری صلاحیت ان وسائل کو نکالنے، ان کی قدر میں اضافہ کرنے اور انہیں عالمی منڈی تک پہنچانے پر صرف کرتا ہے۔ یہی اصول انسانی وسائل پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ آبادی بھی ایک ایسا سرمایہ ہے جسے صحیح منصوبہ بندی کے ذریعے قومی ترقی کی طاقت بنایا جاسکتا ہے۔
اگر ہمارے دینی اور سماجی اصولوں میں آبادی کو محدود کرنا بنیادی حل قرار نہیں دیا گیا تو ہمیں اپنی توجہ اس بات پر مرکوز کرنی چاہیے کہ موجود آبادی کی صلاحیتوں کو کس طرح بہتر بنایا جائے۔ اصل کامیابی وسائل کو کم کرنے میں نہیں، بلکہ ان سے زیادہ مؤثر فائدہ اٹھانے میں ہے۔
آج سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور دنیا کے دیگر ممالک میں لاکھوں پاکستانی اپنی محنت کے ذریعے زرمبادلہ کما کر وطن بھیج رہے ہیں۔ یہ آمدنی کسی قدرتی وسیلے سے نہیں، بلکہ پاکستانی افرادی قوت کی محنت کا نتیجہ ہے۔ جس طرح ایک ملک اپنی مصنوعات برآمد کرتا ہے، اسی طرح وہ اپنی تربیت یافتہ افرادی قوت بھی دنیا کو فراہم کرتا ہے۔ اگر ہماری افرادی قوت اعلیٰ تعلیم یافتہ، باصلاحیت اور ہنرمند ہوگی تو اس کی عالمی منڈی میں قدر بھی زیادہ ہوگی اور ملک کو معاشی فوائد بھی کئی گنا بڑھ کر حاصل ہوں گے۔
بدقسمتی سے ہم آبادی کو اکثر ایک بوجھ کے طور پر دیکھتے ہیں، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آبادی کو قومی سرمایہ سمجھ کر اس کی تعلیم، تربیت، صحت اور ہنرمندی پر سرمایہ کاری کی جائے تو یہی افراد ملکی معیشت کی مضبوط بنیاد بن سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسانی وسائل کو نظرانداز کیا جائے تو وہ اپنی حقیقی صلاحیت کے مطابق قومی ترقی میں کردار ادا نہیں کرسکیں گے۔
گزشتہ کئی دہائیوں سے آبادی کی منصوبہ بندی پر بحث ہوتی رہی ہے، لیکن ہمیں یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ اس سے عملی طور پر کیا نتائج حاصل ہوئے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس بحث کا رخ صرف آبادی کی تعداد سے ہٹا کر انسانی وسائل کے معیار کی طرف موڑیں۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ اس قومی سرمایے کو بہتر تعلیم، جدید تربیت، فنی مہارت اور صحت کی سہولیات فراہم کر کے کس طرح قومی ترقی کے دھارے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔
خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے، لیکن تعلیم بھی اتنی ہی بنیادی ضرورت ہے۔ اگر ہم اپنی نئی نسل کو معیاری تعلیم اور تربیت فراہم نہیں کریں گے تو ہم ایک مضبوط، صحت مند اور ترقی یافتہ قوم نہیں بن سکیں گے۔ اس لیے میری رائے میں اصل سرمایہ کاری آبادی کو کم کرنے میں نہیں، بلکہ انسان کو باصلاحیت بنانے میں ہونی چاہیے۔
میں جانتا ہوں کہ موجودہ دور میں یہ مؤقف شاید مقبول نہ ہو، لیکن میرا ایمان ہے کہ اگر ہم انسانی وسائل کی ترقی کو اپنی قومی ترجیح بنالیں تو اس کے معاشی اور سماجی فوائد کسی بھی دوسرے شعبے میں ہونے والی سرمایہ کاری سے کہیں زیادہ ہوں گے۔
ایک تعلیم یافتہ، ہنرمند اور صحت مند فرد نہ صرف اپنی زندگی بدلتا ہے، بلکہ اپنے خاندان، معاشرے اور پوری معیشت کے لیے ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہی وہ سرمایہ ہے جس پر پاکستان کے روشن مستقبل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔